جلد ۸۱ — مئی ۱۹۷۴ء — عدد ۲

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مرتبہ

ابوالاعلیٰ مودودی

ادارۂ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور

تفہیم القرآن کے اجزاء

سورۃ الفاتحہ ۔ سورۃ البقرہ	۸ر۲۵
سورۃ المائدہ	۲ر۲۵
سورۃ یوسف	۲ر۷۵
سورۃ النور	۹ر۰۰
سورۃ لقمان	۱ر۶۰
سورۃ الاحزاب	۴ر۵۰
سورۃ الفتح	۲ر۰۵
سورۃ الحجرات	۲ر۲۰
سورۃ الرحمٰن	۱ر۹۰

ترجمان القرآن لاہور

فہرستِ مضامین

جلد ۸۱	مئی ۱۹۷۴ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ	عدد ۳

ماھنامہ ترجمان القرآن لاھور

۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ - لاہور

زرِ سالانہ دس روپیہ - فی پرچہ ایک روپیہ

ابوالخیر مودودی پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا - پرنٹر: محمد شفیع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

بطنِ مستقبل میں پنہاں حالات و واقعات کے بارے میں انسان کی پیش گوئی و پیش بینی اگر درست ثابت ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر حال میں اس کے قلبی سکون اور ذہنی اطمینان کا باعث ہی ہو۔ اگر اندازے کے مطابق مستقبل روشن ہو اور اس کے پردے کے پیچھے سے رونما ہونے والے واقعات اندازے کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کر دیں تو انسان اپنی پیش بینی پر فرحت و شادمانی محسوس کرتا ہے لیکن اگر حالات کا رُخ کسی المناک انجام کی نشاندہی کر رہا ہو اور اس بنا پر انسان کو مستقبل کے بارے میں کئی قسم کے خدشات لاحق ہوں اور نتائج ان خدشات کو صحیح ثابت کر دیں تو انسان اپنی پیش گوئی کی صحت پر مسرت محسوس کرنے کے بجائے شدید کرب و اضطراب محسوس کرتا ہے۔ اس انسان کی کیفیت کسی مریض کے اس قریبی عزیز کی سی ہوتی ہے جسے مریض کے مہلک مرض اور اس کے حسرتناک انجام کا بخوبی اندازہ ہو مگر وہ خدا سے گڑگڑا کر یہ دعائیں مانگے کہ قادرِ مطلق اس کے اندیشوں اور خدشات کو غلط ثابت کر دے اور مریض کو صحت عطا فرمائے کیونکہ اس حالت میں اس عزیز کو اپنے خدشات صحیح ثابت ہونے پر خوشی نہیں بلکہ شدید رنج ہوتا ہے اور اگر خدشات غلط ثابت ہوں تو وہ فرحت و انبساط محسوس کرتا ہے۔

قریب قریب یہی ذہنی کیفیت پاکستان اور ملت اسلامیہ کے ہر بہی خواہ کی ہے۔ بدقسمتی سے یہاں گذشتہ ۲۵ سالوں سے حالات نے ایک ایسا رخ اختیار کر رکھا ہے جسے دیکھتے ہوئے حساس دل کو اس ملک کے مستقبل کے بارے میں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے، اور اس کی تاریکی کے تصور ہی سے اس کی نبضیں ڈوبنے لگتی ہیں، خصوصاً وہ جب یہ دیکھتا ہے کہ ملک عملاً کسی خوفناک تباہی کی لپیٹ میں آ رہا ہے تو وہ سخت پریشان ہوتا ہے، اور اس پریشانی کے عالم میں خدا کے حضور میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے۔ یا الٰہا!

اپنی رحمت سے میرے اندیشوں کو غلط ثابت کر دے۔ ملک و ملت کے افق پر ہر طرف جو تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے روشنی میں بدل دے۔ یہ دعائیہ کلمات ملک و ملت کے ہر خیر خواہ کی زبان سے بے ساختہ نکلتے رہتے ہیں مگر روح فرسا حالات کو دیکھتے ہوئے اس کی گھبراہٹ دور نہیں ہوتی کیونکہ وہ ٹھوس حقائق کو روشن مستقبل کی خوشخبری دینے والوں سے بالکل مختلف پاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈوبتے کے لیے تنکے کا سہارا بھی بہت بڑا سہارا ہوتا ہے، لیکن اگر یہ سہارا بھی دغا دیتا دکھائی دے رہا ہو تو پھر امیدوں کے چراغ روشن نہیں رہ سکتے۔ یہ چراغ بھی اسی وقت جلتے ہیں جب تک کہ ان کے جلنے کا کچھ نہ کچھ سامان موجود ہو۔

پاکستان اگرچہ بڑی نیک تمناؤں اور مقدس آرزوؤں کے ساتھ معرض وجود میں آیا اور اس سے نہ صرف پاک و ہند کے مسلمان بلکہ پوری دنیائے اسلام بڑی خوش کن توقعات وابستہ کیے ہوئے تھی مگر حالات پر گہری نظر رکھنے والے لوگ گو دل سے یہ دعائیں تو ضرور کرتے تھے کہ خدا کرے کہ یہ توقعات پوری ہو جائیں مگر انہیں حقائق کو دیکھتے ہوئے بہت سے خدشات بھی لاحق تھے۔ انہیں مسلم لیگ کی مقبولیت، اس کی بے پناہ قوت کے بارے میں تو کوئی شک نہ تھا۔ مگر اس بارے میں انہیں اندیشہ ضرور لاحق تھا کہ کیا یہ جماعت پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بنانے میں بھی کامیاب ہو گی۔ وہ جب اس جماعت کے سربراہوں کی اسلام کے ساتھ وابستگی کے دعوؤں کو سنتے تو انہیں بلاشبہ خوشی ہوتی کہ وہ اس ملک کو صحیح سمت پر لے جانے کا عزم رکھتے ہیں۔ لیکن ان کی خوشی اضطراب اور پریشانی میں تبدیل ہو جاتی جب وہ یہ دیکھتے کہ اسلام سے محبت کا دم بھرنے والے دنیائے عمل میں جو کچھ کر رہے ہیں اس سے ان کے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی اور اس ملک کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے لیے انہیں جو کچھ آگے بڑھ کر کرنا چاہیے وہ نہیں کر رہے بلکہ ہر گام پہ دباؤ کے تحت انہیں اس منزل کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش کرنا پڑتی ہے جس کی نشاندہی خود انہوں نے کی تھی اور جس کی پکار سے قوم ان کے گرد جمع ہوئی تھی۔ حالات پر نگاہ رکھنے والوں کے لیے ان سربراہوں کا یہ طرزِ عمل کوئی غیر متوقع نہ تھا۔ انہیں اس بات کا علم تھا کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ملک کی زمام کار ہے، ان میں چند قابل قدر مستثنیات کو چھوڑ کر باقی اسلام کے ساتھ محبت کے دعوے میں مخلص نہیں۔ چنانچہ وہ دین حق کی عملداری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ذمہ داریاں قبول کرنے پر کبھی آمادہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن ملک کے بہی خواہ ان حقائق کے جانتے ہوئے بھی دعا کرتے رہے کہ

جن لوگوں نے پاکستان بنایا ہے انہیں کے ہاتھوں یہاں اسلامی نظام بھی قائم ہو جائے۔

اس طرح پاکستان کے جنم لینے کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے ہی اس ملّت کے سوچنے سمجھنے والے دماغ اس بات پر تو خوش تھے کہ مسلمانوں کو الگ خطہ ارضی مل گیا ہے مگر اس کے حفظ و بقا کے بارے میں وہ متعدد اندیشے رکھتے تھے۔ مذہب کی بنیاد پر قائم ہونے والے ملک کے خلاف مغربی قوموں کے شدید ردِ عمل کا بھی انہیں پوری طرح احساس تھا اور وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے تھے کہ غیر مسلم اس قسم کے ملک کو کسی حال میں بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ لیکن اس ضمن میں اُنہیں سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ پاکستان کے مختلف صوبوں اور خصوصاً مغربی اور مشرقی پاکستان جن کے درمیان ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلہ حائل ہے، کے مابین آخر یک جہتی کس طرح پیدا ہوگی جبکہ اسلام کے سوا ان کے درمیان کوئی دوسری قدر مشترک بھی نہیں۔ اس یک جہتی کے پیدا کرنے کی انہیں ایک ہی صورت نظر آتی تھی کہ اسلام کو پاکستان کے ہر حصے میں ایک ایسی غالب قوت بنا دیا جائے کہ اس کے مقابلے میں ساری عصبیتیں نہ صرف دب جائیں بلکہ ختم ہو جائیں اور دین کے ایک مضبوط رشتے کے علاوہ پاکستانی کسی دوسرے رشتے کے قائل نہ ہوں۔ وہ سوچیں تو اسلامی نقطۂ نظر سے اور عمل کریں تو اسلام کے وسیع تر مفادات کی خاطر۔ اسلام ان کی زندگی کی غایت اولیٰ ہو اور اس کے علاوہ اُن کے فکر و عمل کا کوئی دوسرا محرک نہ ہو۔ پاکستان اسلام کے ساتھ جس جذباتی وابستگی کی فضا میں قائم ہوا اُس سے اگر کما حقہ فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم کو نصب العین کے معاملے میں بالکل یکسو رہنے دیا جاتا اور اسے اس نصب العین کی طرف آگے بڑھانے کے لیے پورے خلوص سے کوشش کی جاتی اور ملک کے برسرِ اقتدار افراد بھانت بھانت کی بولیاں بول کر قوم کے اندر پریشان فکری اور پریشان نظری کی آبیاری نہ کرتے تو اس ملک کے ہر حصے میں اسلام کی بنیاد پر ایک ایسی مضبوط قومیت معرضِ وجود میں آسکتی تھی جو رنگ، نسل، جغرافیائی حدود اور معاشی مفادات کے بجائے دینِ حق کے سرمدی پیغام کی علمبردار ہونے کی وجہ سے دنیا کی ایک بہت بڑی قوت ہوتی بلکہ ظالموں، سفاکوں اور زبردست آزاروں کے لیے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی مگر سے

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ہوسِ اقتدار اور جنگِ زرگری نے اربابِ اختیار کو اس بنیادی کام سے یکسر غافل رکھا۔ وہ عوام کے جذبات

سے کھیلنے کے لیے اسلام کا نام تو لیتے رہے، اپنے بیانات اور تقریروں میں اس کی خوبیاں بھی بیان کرتے رہے لیکن اس کے عملی نفاذ سے انہوں نے ہمیشہ پہلو تہی کی اور جب کبھی مجبوری کے عالم میں انہیں اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا پڑا تو ہر صاحب بصیرت کو یہ صاف محسوس ہوا کہ وہ اسلام کی طرف اس طرح بادلِ نخواستہ دھکیلے جا رہے ہیں جس طرح کسی جانور کو مذبح کی طرف لے جایا جا رہا ہو اور جونہی یہ دباؤ کم ہوا تو فوراً الٹے پاؤں بھاگے گویا کہ انہیں موت سے نجات حاصل ہوئی ہے اس ملک میں جس طرح قرار دادِ مقاصد، جس کی حیثیت نشان منزل کی سی تھی، پاس ہوئی۔ پھر اس قرار داد اور اس کے عملی تقاضوں سے جس طرح انحراف کیا گیا اور اس ملک کو اسلامی جمہوریہ کہلانے پر جس قسم کے بھونڈے اعتراضات کیے گئے اور دستور کو سیکولر بنانے کے مختلف مراحل پر جو چالیں چلی گئیں وہ تاریخ پاکستان کے نہایت المناک ابواب ہیں اور ان کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ لادینی نظام کو ملک پر مسلط کرنے کی شدید آرزو رکھنے والے وہ لوگ ہیں جن کی زبانیں اسلام کی تعریف و توصیف میں ہر وقت متحرک رہتی ہیں اگر یہ لوگ اپنے اس منافقانہ رویہ کو ترک کر کے لوگوں کے سامنے دل کی بات برملا کہتے اور انہیں صاف صاف بتا دیتے کہ وہ کمال اتاترک کی طرح ملک میں لادینی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں تو اس سے شاید اتنا عظیم نقصان نہ پہنچتا جتنا کہ ان کی اس منافقانہ روش سے پہنچا ہے۔ اس صورت میں ان کے عزائم اس ملک کے عوام و خواص کے سامنے بالکل واضح ہوتے اور وہ بڑی آسانی کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کر لیتے کہ انہیں کس شخص کو اقتدار کے تخت پر متمکن کرنا اور کس کے اثرات سے قوم کو بچانا ہے۔ اور اس کے لیے انہیں کیا تدابیر اختیار کرنی ہیں؟

نفاق ہماری قومی زندگی کا سب سے خوفناک روگ بن گیا ہے۔ جو عزائم ہمارے دل میں ہوتے ہیں انہیں ہم اپنے ہم وطنوں سے مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن عزائم کے تذکروں سے ہماری زبانیں ہر وقت تر رہتی ہیں ان کے لیے ہمارے دل میں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ اس نفاق نے ہماری قومی صلاحیتوں کو بالکل برباد کر کے رکھ دیا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں ایسے خوفناک تضاد کو جنم دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے ترقی تو کجا ہم زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ جس طرح کسی فرد کے لیے سانس لینا ضروری ہے بالکل اسی طرح کسی قوم کے لیے اپنے نصب العین کے بارے میں یکسوئی اور اس سے گہری محبت اور اس کی خاطر ہر چیز قربان کرنے کا عزم رکھنا بھی ضروری ہے۔ جو قومیں

فکر و عمل کے تضاد میں مبتلا ہو جاتی ہیں یا جن کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آجاتی ہے جو اپنے عزائم کے بارے میں مخلص نہ ہوں یا مکر و فریب سے اپنی قوم کی گردن پر مسلط رہنے کے لیے نت نئے تجربات کرتے رہتے ہوں وہ قومیں دنیا میں کبھی پنپ نہیں سکتیں اور بہت جلد انتشار کا شکار ہو کر اپنے وجود کو خود اپنے ہاتھوں سے نیست و نابود کر دیتی ہیں۔

اسے ہماری قومی زندگی کے روح فرسا المیے کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس نفاق اور تضاد کے خوفناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ہم نے اپنی روش میں کوئی معمولی تبدیلی بھی پیدا نہیں کی اور بڑی تیزی کے ساتھ اسی ڈگر پر چلتے جا رہے ہیں جس پر چل کر ہم اس افسوسناک انجام کو پہنچے ہیں۔ ہماری زندگی کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں جو نفاق کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ ہو۔ حالات کا مطالعہ کرنے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے برسرِ اقتدار طبقے غالباً اس بات کا تہیہ کر چکے ہیں کہ انہیں قوم کو دھوکہ دے کر ہی اس پر فرمانروائی کرنی ہے۔ ماضی میں تو جو ہوا سو ہوا حال میں جو طبقہ ملک کے سیاہ و سپید کا مالک ہے وہ بھی ہر مرحلے پر قوم کے ساتھ فریب کاری کو ہی اپنا سب سے بڑا کمال سمجھتا ہے اور اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اس کی مدد سے وہ قیامت تک تختِ اقتدار پر فائز رہ سکے گا۔ پرفریب نعروں اور خوش کن توقعات کے طلسم میں گرفتار کر کے اس طبقے نے عوام سے ووٹ حاصل کیے اور انہیں ایک ایسے تابناک مستقبل کی بشارت دی جس کی حیثیت افسانے سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ خصوصاً معاشی خوشحالی کے تو ایسے دلکش نقشے پیش کیے جو کبھی عوام کے خواب و خیال میں بھی نہ آ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے اقتدار کے حصول کی خاطر عوام کو ہر طرح بہکا پھسلا کر اپنے پیچھے لگا لیا اور اس بات کا قطعاً احساس نہ کیا کہ وہ کسی اور کو نہیں بلکہ اپنی قوم کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں۔ لیکن ہوس اقتدار نے انہیں اخلاقی اقدار سے یکسر غافل کر رکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے قوم سے ایسے عجیب و غریب وعدے کیے جن کے بارے میں انہیں خود اس بات کا یقین تھا کہ وہ ان میں سے ایک فیصد بھی پورا کرنے سے قاصر ہوں گے۔ ملک کے اصحابِ بصیرت ان لوگوں کی فریب کاریوں اور عوام کی سادہ دلی پر سخت مضطرب اور پریشان تھے اور یہ سوچتے تھے کہ جس روشن مستقبل کی خوشخبری دی جا رہی ہے وہ کس طرح نمودار ہو گا۔ وہ ان لوگوں کی تشکیل کردہ تنظیم کی فکری بنیادوں سے لیکر اس کے عملی پروگراموں تک کے بارے میں غور و فکر کرتے مگر انہیں ہر چیز حقیقت سے زیادہ سراب دکھائی دیتی۔ وہ اس تحریک کے قائد کی زبان سے جب

یہ آواز سنتے کہ اسلام ہمارا دین، اشتراکیت ہماری معیشت اور جمہوریت ہماری سیاست ہے تو انہیں اس بات پر بڑا تعجب ہوتا کہ آخر اس مجموعہ اضداد سے قوم فکری اور عملی انتشار سے بچ کر تعمیر و ترقی کے راستے پر کس طرح گامزن ہو سکے گی۔ ملک کے مختلف عناصر کو اپنے پیچھے لگانے کے لیے اور ہر طبقہ خیال میں سے اپنے حامی تلاش کرنے کی غرض سے تو یہ نعرہ اگرچہ اپنے اندر بڑی کشش رکھتا تھا لیکن قوم کے اندر نصب العین کے بارے میں یکسوئی پیدا کرنے کے معاملے میں اس سے زیادہ تباہ کن کوئی دوسرا نعرہ نہ ہو سکتا تھا۔ وہ قوم جو پہلے ہی پریشان نظری کا شکار ہونے کی وجہ سے اپنا سب کچھ لٹا چکی تھی اسے اس نوعیت کے متضاد نظام ہائے حیات کی طرف بلانا درحقیقت تباہی کی طرف بلانے کے مترادف ہے۔

فکری انتشار کے علاوہ یہ چیز بھی بڑی آسانی کے ساتھ ہر ہوش مند شخص کے ذہن میں آسکتی تھی کہ جب یہ متضاد عناصر پر مشتمل گروہ تخت اقتدار پر براجمان ہو کر پارٹی کے منشور کے مطابق مختلف بلکہ متضاد سمتوں کی طرف میدان عمل میں آگے بڑھنے کی کوشش کریگا تو اس سے اجتماعی زندگی میں لازمی طور پر خوفناک افتراق پیدا ہو گا۔ جب کوئی گروہ اپنی قوم کے افراد کو بیک وقت دو ایسی کشتیوں میں پاؤں رکھنے پر مجبور کر دے جو ایک دوسرے کی مخالف سمت میں تیرنے والی ہوں تو ان افراد کا سمندر کی لہروں کی نذر ہو جانا بالکل یقینی ہے۔ ملک و قوم کے بہی خواہوں نے ان سارے خطرات کی بر وقت نشاندہی کی۔ جو لوگ اس قسم کے متضاد نظریات کے ساتھ ملت کی بگڑی بنانے کا عزم لے کر اٹھے تھے ان پر اُن کی غلطی واضح کرنے کی کوشش کی اور دلائل سے انہیں سمجھایا کہ اس قسم کے عزائم کسی قوم کو کس قسم کے بھیانک عواقب سے دوچار کرتے ہیں پھر عوام جو ان لوگوں کے بھرّوں میں آ کر غور و فکر کی صلاحیتیں کھو بیٹھے تھے انہیں بھی ان عزائم کے خوفناک نتائج سے متنبہ کیا۔ مگر افسوس کہ ان میں سے کسی ایک طبقے نے بھی شدت جذبات کے اندر عقل کی کوئی بات سننا گوارا نہ کیا۔ یہاں تک کہ ملک تباہی کے ایسے گرداب میں پھنس گیا ہے جسے ہر شخص خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے مگر اس اندوہناک صورت حال کا سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ ارباب اختیار اپنے طرز عمل میں کوئی معمولی تبدیلی پیدا کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہے ہے۔ دستور میں نہایت واضح طور پر یہ طے کر دیا گیا ہے کہ پاکستان کا مذہب اسلام ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے وجود کی غرض و غایت صرف ایک ہے کہ اسے اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار حیات کا گہوارہ بنایا جائے اور

یہاں وہ بھلائیاں فروغ پائیں جنہیں دینِ حق فروغ دینا چاہتا ہے اور ان برائیوں کا قلع قمع کیا جائے جن کے مٹانے کا قرآن و سنت میں حکم دیا گیا ہے لیکن یہاں برسرِ اقتدار گروہ کے نہایت ذمہ دار افراد جنہوں نے دستور کی اِس دینی اساس کو حلف اٹھا کر تسلیم کیا ہے اِس طے شدہ امر کے بارے میں عجیب وغریب باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب ایک طرف اس دستور کی وفاداری کا عہد بھی کرتے ہیں مگر دوسری طرف عوام کے سامنے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری منزلِ مقصود اس ملک میں سائنٹیفک سوشلزم کا نفاذ ہے۔ دوسرے صاحب ایک مجلس میں اسلام کی دوسرے ادیان پر غیر معمولی فوقیت اور برتری ثابت کرتے ہیں اور قوم کو یہ مژدہ سناتے ہیں کہ اس کی دنیوی فلاح اور اخروی کامرانی کا راز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مضمر ہے اور حضورؐ کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن دوسرے یا تیسرے روز ہی جب ایک اور محفل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو وہاں سائنٹیفک سوشلزم کی عظمت کا نقش سامعین کے قلب و دماغ پر بٹھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور واشگاف الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ ان کی پارٹی کو بہر طور یہاں سوشلزم ہی نافذ کرنا ہے۔ اس کے بعد پھر زبانِ فیض ترجمان سے اسلامی نظام کی برکات کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ حکومت کے یہ اساطین کس ترنگ میں آکر اس قسم کی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں ورنہ کسی صاحبِ ہوش سے اِس قسم کی تضاد بیانی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ان لوگوں کو نہ تو اپنے مرتبہ و مقام کا کوئی احساس ہے اور نہ اپنی زبان ہی کا کوئی پاس اگر انہیں سوشلزم ہی عزیز ہے تو پھر ان کے لیے سیدھا اور معقول راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے اِس عقیدے کا برملا اظہار کریں تاکہ عوام ان کے موقف سے اچھی طرح آشنا ہو جائیں۔ پھر ایک با اصول انسان ہونے کی حیثیت سے یہ بات بھی انہیں کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ وہ ایک ایسے دستور کا حلفِ وفاداری اٹھائیں جس کی اساس ہی سے انہیں اختلاف ہو۔ ان کی اصول پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اس منصب سے یہ کہہ کر الگ ہو جائیں کہ جس دستور کے تحت انہیں اِس منصب کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی بنیاد ہی سے چونکہ وہ متفق نہیں اس لیے وہ اِس منصب پر فائز رہنا نہیں چاہتے۔ اُن کے اس طرزِ عمل سے جہاں ایک اصول پرست انسان ہونے کی حیثیت سے ان کا وقار بڑھے گا وہاں قوم کے اندر بھی غور و فکر کرنے کی تحریک پیدا ہو گی اور اُسے یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی کہ اسلام اور سوشلزم میں سے اسے کس نظام کو اپنانا اور کسے ترک کرنا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۷۴)

دعوتِ اسلامی کی حقیقی نوعیت

(۲)

توحید کی تعلیم اور شرک کی تردید

(۲) مشرکین کے اپنے نفس کی شہادت سے استدلال | توحید کے لیے دوسری زبردست دلیل یہ پیش کی گئی کہ مشرکین پر جب کوئی سخت وقت آتا ہے اور انہیں موت یا تباہی سامنے کھڑی نظر آنے لگتی ہے تو وہ اپنے سب بناوٹی معبودوں کو بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی اس کیفیت کو نہایت موثّر طریقے سے بیان کر کے انہیں یہ احساس دلایا گیا کہ تمہارے اپنے نفس میں شرک کے باطل اور توحید کے برحق ہونے کی یہ شہادت موجود ہے جو آزمائش کے وقت علانیہ اُبھر آتی ہے اور وہ وقت گزر جانے کے بعد تم اُس پر غفلت کا پردہ ڈال دیتے ہو:

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ، اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ۔

(الانعام۔ ۴۰۔ ۴۱)

اے نبیؐ! اِن سے کہو ذرا غور کر کے بتاؤ، اگر کبھی اللہ کا عذاب تم پر آجاتا ہے یا آخری گھڑی تمہارے اُوپر آجاتی ہے تو کیا اللہ کے سوا تم کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم اپنے (شرک میں) سچے ہو۔ بلکہ اُس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے تو اس مصیبت کو ٹال دیتا ہے جس سے بچانے کے لیے تم دُعا کر رہے تھے اور اُس وقت تم اُن کو بھول جاتے ہو جنہیں تم (خدائی میں) شریک کرتے تھے۔

" ابوجہل کے بیٹے عکرمہؓ کو اسی نشانی کے مشاہدے سے ایمان کی توفیق نصیب ہوئی۔
جب مکہ معظمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فتح ہوگیا تو عکرمہؓ جدہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک
کشتی پر سوار ہو کر حبش کی راہ لی۔ راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی خطرے میں پڑ گئی۔ اول
اوّل تو دیویوں اور دیوتاؤں کو پکارا جاتا رہا۔ مگر جب طوفان کی شدت بڑھی اور مسافروں
کو یقین ہوگیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی تو سب کہنے لگے کہ یہ وقت اللہ کے سوا کسی کو پکارنے
کا نہیں ہے، وہی چاہے تو ہم بچ سکتے ہیں۔ اُس وقت عکرمہؓ کی آنکھیں کھلیں اور اُن کے دل نے
آواز دی کہ اگر یہاں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں تو کہیں اور کیوں ہو؟ یہی تو وہ بات ہے جو
اللہ کا وہ نیک بندہ ہمیں بیس برس سے سمجھا رہا ہے اور ہم خواہ مخواہ اُس سے لڑ رہے ہیں
یہ عکرمہؓ کی زندگی میں فیصلہ کن لمحہ تھا۔ اُنہوں نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ اگر میں اس طوفان
سے بچ گیا تو سیدھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے
دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اور بعد میں آ کر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ اپنی
بقیہ عمر اسلام کے لیے جہاد کرتے گزار دی۔"

یہ استدلال قرآن مجید میں جگہ جگہ کیا گیا ہے۔ طوالت سے بچنے کے لیے یہاں ہم آیات کے بجائے
صرف ان کا ترجمہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں:۔

" وہ اللہ ہی ہے جو تم کو زمین اور سمندر میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار
ہو کر بادِ موافق پر فرحان و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا
ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے،
اُس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو نے ہم
کو اِس بلا سے بچا لیا تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق
سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں" (یونس - ۲۲ - ۲۳)۔

" تمہارا حقیقی رب تو وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل (یعنی رزق)
تلاش کرو، حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے حال پر نہایت مہربان ہے۔ اور جب سمندر میں تم پر
مصیبت آتی ہے تو اُس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں

مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم منہ پھیر جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے"
(بنی اسرائیل ۶۶ - ۶۷)۔

" اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اُسے پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ کچھ اپنی رحمت کا ذائقہ اُنہیں چکھا دیتا ہے تو یکایک اُن میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگتے ہیں (یعنی دوسرے معبودوں کی نذریں اور نیازیں چڑھانی شروع کر دیتے ہیں) تاکہ ہمارے کیے ہوئے احسان کی ناشکری کریں"
(الروم - ۳۲ - ۳۳)۔

" اور جب انسان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اُسے پکارتا ہے، پھر جب اس کا رب اپنی نعمت سے اس کو نواز دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے ساتھ دوسروں کو ہمسر ٹھیرانے لگتا ہے، تاکہ اس کی راہ سے گمراہ کرے" (الزُّمر - ۸)۔

"یعنی خود گمراہ ہونے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ دوسروں کو بھی یہ کہہ کہ کر گمراہ کرتا ہے کہ جو آفت مجھ پر آئی تھی وہ فلاں حضرت، یا فلاں بزرگ، یا فلاں دیوی یا دیوتا کے صدقے میں ٹل گئی۔ اس سے دوسرے بہت سے لوگ بھی ان معبودانِ غیر اللہ کے معتقد ہو جاتے ہیں اور ہر جاہل اپنے اسی طرح کے تجربات بیان کر کر کے عوام کی اس گمراہی کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔

یہ مشرکین کی دکھتی ہوئی رگ تھی جس کو قرآن مجید میں جگہ جگہ چھیڑ کر اُن کے اندر سوئے ہوئے احساسِ توحید کو جگایا گیا۔ عرب کی زمین آفات سے بھری ہوئی تھی۔ ملک کی عام بدامنی ہر شخص کے لیے خطرات سے پُر تھی۔ بیماریوں میں دُور دُور تک کہیں دوا اور علاج کا انتظام نہ تھا۔ صحرا کی خوفناک طوفانی آندھیوں میں لوگوں کے حواس باختہ ہو جاتے تھے۔ ان حالات میں ہر مشرک کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی کسی ایسی مصیبت سے سابقہ پیش آجاتا تھا جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اللہ وحدہٗ لاشریک کے آگے دُعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ اِس وقت اُس ذاتِ پاک کے سوا کوئی اس کی مدد نہیں کر سکتا۔ خصوصاً بحری سفروں میں تو اس طرح کے مواقع اکثر پیش آتے رہتے تھے۔ خود قریش پر اَبْرَہَہ کے حملے کے وقت یہی کیفیت گزر چکی

تھی کہ سارے بناوٹی خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کو انہوں نے مدد کے لیے پکارا تھا اور نزول قرآن کے زمانے میں بہت سے وہ لوگ زندہ موجود تھے جو اس واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ اسی کی طرف سورۂ فیل میں اُن کو توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس وقت تمہارے اصلی اور حقیقی رب کے سوا اور کون تھا جس نے ۶ ہزار حملہ آوروں کا قلع قمع کر کے تمہیں تباہی سے بچا لیا؟ اور اسی کی طرف سورۂ قریش میں اُن کو توجہ دلائی گئی کہ اُس خدائے بزرگ و برتر کی بندگی کرو جس کے گھر کی پناہ میں آ کر تم تباہی سے محفوظ ہوئے اور تم کو عرب میں یہ امن، یہ بے خوفی اور یہ خوشحالی نصیب ہوئی۔ اِس نعمت کا دینے والا وہی اللہ ہے، نہ کہ وہ معبود جنہیں تم نے اس کے گھر میں جمع کر رکھا ہے اور جن کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ وہ تمہیں تباہ ہونے سے نہ بچا سکتے تھے۔

۳۱۔ **نظامِ کائنات سے استدلال** اُوپر کی دو دلیلوں کے ساتھ قرآن مجید میں جگہ جگہ بڑی تفصیل کے ساتھ کائنات کے پورے نظام سے اس بات پر نہایت پُرزور دلائل پیش کیے گئے کہ اس سارے عالم ہست و بود کا خدا ایک ہی ہے اور ایک ہی ہو سکتا ہے۔ یہاں بھی ہم طوالت سے بچنے کے لیے آیات نقل کرنے کے بجائے صرف ان کے ترجمے نقل کرنے پر اکتفا کریں گے:

"لوگو، بندگی کرو اپنے اُس رب کی جس نے تم کو اور اُن سب لوگوں کو پیدا کیا ہے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، توقع ہے کہ تم (دوسروں کی بندگی کے انجام سے) بچ جاؤ گے۔ وہ رب جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس سے ہر طرح کی پیداوار نکالی کہ تمہارے لیے رزق بنے۔ پس تم جانتے بوجھتے دوسروں کو اللہ کا مدِّمقابل نہ ٹھیراؤ" (البقرہ ۔ ۲۱-۲۲)۔

"اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر یکایک تم بشر ہو کر زمین میں پھیلتے چلے جا رہے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو۔ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں علم رکھنے والوں کے لیے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے

تمہارا رات اور دن کا سونا اور (اس کے فضل (رزق) کو تلاش کرنا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے بات کو) سنتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی، اور آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جونہی کہ اس نے تمہیں زمین سے پکارا، بس ایک ہی پکار میں تم اچانک نکل آؤ گے۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اس کے بندے ہیں، سب اُسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور یہ اُس کے لیے زیادہ آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے" (الرّوم۔ ۲۰ تا ۲۷)۔

" درحقیقت تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش (کائنات کے تختِ سلطنت) پر جلوہ فرما ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور تاروں کو پیدا کیا۔ سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! خلق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کا۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار" (الاعراف۔ ۵۴)۔

" پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے زمین سے اُگنے والی چیزوں میں بھی، اور تمہارے اپنے نفوس (یعنی نوع انسانی) میں بھی، اور ان چیزوں میں بھی جن کو لوگ نہیں جانتے۔ اور لوگوں کے لیے ایک نشانی رات ہے جس کے اُوپر سے ہم دن کو ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ زبردست علم رکھنے والے کا باندھا ہوا حساب ہے۔ اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ چاند کو جا لے، اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ سب ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔ اور لوگوں کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی (کشتیِ نوحؑ) میں سوار کر دیا اور (بعد میں) ویسی

ہی کشتیاں اور پیدا کر دیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں، پھر کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور نہ یہ کسی طرح بچائے جا سکیں۔ بس ہماری ہی رحمت ہے جو انہیں پار لگاتی ہے اور ایک وقتِ خاص تک زندگی سے متمتع ہونے کا موقع دیتی ہے" یٰسٓ۔ ۴۱ تا ۴۴)۔

" اُس کا کام تو بس یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو" یٰسٓ۔ ۸۲۔ ۸۳)۔

"اے محمدؐ، کہو کیا اللہ کے سوا میں کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ ہر چیز کا رب تو وہی ہے" (الانعام۔ ۱۶۴)۔

" زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں دمرکر، وہ سونپا جاتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے" (ہود۔ ۶)۔

" وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے، اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی تم ہو، اور جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے اور اللہ ہی کی طرف سارے معاملات رجوع کیے جاتے ہیں۔ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور وہ دلوں کے حال تک خوب جانتا ہے" (الحدید۔ ۴ تا ۶)۔

" وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے پھر اس کی روداد اُوپر اس کے حضور ایک ایسے دن میں جاتی ہے جس کی مقدار تمہارے حساب سے ایک ہزار برس ہے۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست اور رحیم، جس نے ہر چیز جو بنائی خوب ہی بنائی۔ اور انسان کی تخلیق کی ابتدا مٹی سے کی پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے جاری کی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے" (السجدہ۔ ۵ تا ۸)۔

" دانے اور گٹھلی کو زمین کی تہوں میں) پھاڑنے والا اللہ ہی ہے۔ وہی زندہ کو مُردہ

میں سے نکالتا ہے اور وہی مُردہ کو زندہ میں سے نکالنے والا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے، پھر تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو؟ پردۂ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے، اور رات کو اس نے سکون کا وقت بنایا ہے اور اس نے سورج اور چاند کے طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب اس زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھیرائے ہوئے اندازے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں تمہارے راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ دیکھو ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک مُتَنَفِّس سے پیدا کیا، پھر ہر ایک کے لیے ایک جائے قرار ہے اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ۔ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہیں" (الانعام۔ ۹۵ تا ۹۸)۔

"اے نبیؐ، ان سے کہو کون تمہارے معاملہ میں اللہ کے فیصلے کو رد کر دینے کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا نفع بخشنا چاہے؟" (الفتح۔ ۱۱)۔

"اور اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالنا چاہے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے۔ اور اگر وہ تیرے حق میں بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو پھیر دینے والا بھی کوئی نہیں" (یونس۔ ۱۰۷)۔

"اللہ جس رحمت کا راستہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روک دینے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اُسے اللہ کے بعد پھر کھول دینے والا بھی کوئی نہیں...... کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی خدا اس کے سوا نہیں، پھر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟ (فاطر۔ ۲۔۳)۔

"اے نبیؐ، ان سے پوچھو کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دی جا سکتی؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ وہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہو پھر کہاں سے تم دھوکا کھا رہے ہو؟" (المومنون۔ ۹۰)۔

"اللہ حکومت کر رہا ہے اور کوئی اس کے فیصلوں پر نظرِ ثانی کرنے والا نہیں ہے" (الرعد۔ ۴۱)۔

" اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام بگڑ جاتا ۔ پس پاک ہے اللہ، عرش کا مالک، اُن باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں ۔ وہ اپنے کاموں کے لیے کسی کے آگے جواب دہ نہیں ہے اور سب جواب دہ ہیں ۔ کیا اِن لوگوں نے اُس کے سوا دوسرے خدا بنا رکھے ہیں؟ ان سے کہو لاؤ اپنی دلیل " (انبیاء ۔ ۲۲ تا ۲۴) ۔

" اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے اور نہ اس کے ساتھ دوسرا کوئی خدا ہے ۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے ۔ پاک ہے اللہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں " (المومنون ۔ ۹۱) ۔

" اے نبیؐ، اِن سے کہو اگر اُس کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو وہ مالکِ عرش کے مقام پر پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے ۔ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں " (بنی اسرائیل ۴۲ ۔ ۴۳) ۔

یہ اُن بہت سی آیات میں سے چند ہیں جن میں توحید کے ایسے مضبوط دلائل دیئے گئے ہیں کہ کوئی شخص ذرا سی عقل بھی رکھتا ہو تو یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ زمین سے آسمانوں تک اِس کائنات کا عظیم الشان نظام ایک خدا کے بغیر نہیں چل سکتا ۔ اُسی کے بنائے یہ بنا ہے اور اسی کے چلائے یہ چل رہا ہے ۔ اِس میں جو حکمت، جو علم، جو قدرت، جو شانِ رحمت و ربوبیت، جو ضبط و نظم اور باقاعدگی اور کائنات کی بیحد و حساب اشیاء میں جو ہم آہنگی و مناسبت پائی جاتی ہے، وہ صاف بتا رہی ہے کہ یہ سب کچھ ایک خدا کی خدائی کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ اس میں کسی دوسرے کے پاس ذرہ برابر بھی خداوندانہ اختیارات کے ہونے کا کوئی امکان نہیں، ورنہ یہ نظام اِس باقاعدگی کے ساتھ اور اتنی حکمتوں اور مناسبتوں کے ساتھ کبھی نہ چل سکتا ۔ اب ظاہر ہے کہ جب خالق بھی وہ ہے، رازق بھی وہ، نفع و نقصان پہنچانے کا مختار بھی وہ، اور سارے اختیارات کا مالک بھی وہ، تو دوسرے کون ہیں جن کو معبود ہونے کا حق پہنچتا ہو؟ وہ اُس کی خلق میں کسی دوسرے کا حکم کیسے چل سکتا ہے؟ انسان اگر کسی کی بندگی کرتا ہے تو یہی سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ کسی قسم کے اختیارات رکھتا ہے اور اس کو نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت حاصل ہے ۔ مگر جب اسے معلوم ہو جائے کہ اُسے کوئی قدرت و اختیار حاصل نہیں ہے تو کوئی شخص اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ خواہ مخواہ اس کی بندگی بجا لائے ۔

(۴) شرک کی تردید کے دلائل | جس قوت کے ساتھ قرآن میں توحید کو ثابت کیا گیا، اُسی قوت کے ساتھ شرک کی تردید میں بھی ایسے دلائل دیئے گئے جو اُس کو بالکل پاش پاش کر کے رکھ دیتے ہیں۔ یہاں بھی ہم آیات کے بجائے صرف ان کے تراجم درج کریں گے۔

"آگاہ رہو، آسمان کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب اللہ کے مملوک ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا کچھ دوسرے شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نرے وہم و گمان کی پیروی اور محض قیاس آرائی کر رہے ہیں" (یونس - ۶۶)۔

"اُس کو چھوڑ کر جن کی تم بندگی کر رہے ہو وہ کچھ نہیں ہیں مگر چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے اُن کے (معبود یا شریک خدائی ہونے) کی کوئی سند نازل نہیں کی" (یوسف - ۴۰)۔

"پس تم اُن معبودوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہو جن کی یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ یہ تو (بس لکیر کے فقیر بنے ہوئے) اُسی طرح پوجا پاٹ کیے جا رہے ہیں جس طرح پہلے اِن کے باپ دادا کرتے تھے" (ہود - ۱۰۹)۔

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو اُس چیز کی جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اُس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ (باپ دادا ہی کی تقلید کرتے رہیں گے) خواہ شیطان اُن کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب ہی کی طرف بلاتا رہا ہو؟" (لقمان - ۲۱)۔

"کیا اس سے پہلے ہم نے کوئی کتاب اِن کو دی تھی جس کی سند (اپنی ملائکہ پرستی کے لیے) یہ اپنے پاس رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ اِسی طرح اے محمدؐ، تم سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا، اس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقشِ قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہر نبی نے اُن سے پوچھا کیا تم اُس ڈگر پر چلے جاؤ گے خواہ میں اُس راستے سے زیادہ صحیح راستہ تمہیں بتاؤں، جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ اُنھوں نے سارے رسولوں کو یہی جواب دیا کہ

جس دین کی طرف بلانے کے لیے تم بھیجے گئے ہو اس کے ہم منکر ہیں" (الزخرف - ۲۱ تا ۲۴)۔

"اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی بندگی کر رہے ہیں جن کے (معبود ہونے کی) اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے اور نہ اِن کے پاس (اُن کے خدائی میں حصہ دار اور عبادت کے مستحق ہونے کا) کوئی علم ہے" (الحج - ۷۱)۔

اِن آیات اور ایسی ہی دوسری آیات میں صاف صاف یہ بتا دیا گیا کہ مشرکین کے پاس دوسروں کو خدا کا شریک اور عبادت کا مستحق ٹھیرانے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ صرف باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہیں اور اپنی جگہ محض قیاس وگمان سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ فلاں فلاں ہستیوں کو خدائی کے اختیارات میں سے کوئی حصہ ملا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ اُن کی مرادیں بر لاتی ہیں، حالانکہ خدا نے کبھی کسی ذریعہ سے انہیں یہ نہیں بتایا ہے کہ میں نے اپنے اختیارات کا فلاں حصہ فلاں ہستی کو دے دیا ہے، نہ اِن کے پاس براہِ راست اِس کا کوئی علم ہے کہ فلاں حضرت یا بزرگ یا دیوی یا دیوتا کو خدائی کے اختیارات میں سے یہ یہ اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے بعد قرآن میں پے در پے شرک کے غلط اور بے حقیقت ہونے کے دلائل دیئے گئے:

"بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اُگائے جن کے درختوں کا اُگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں، بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں (کھاری اور میٹھے) کے درمیان پردے حائل کر دیئے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ کون ہے جو بے بس کی دُعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے؟ اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟ اور کون تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔ کون ہے جو تم کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے؟ اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت (بارش) سے آگے خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ اللہ بہت بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ کون تخلیق کی

ابتدا کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ اے نبیؐ، ان سے کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم (اپنے شرک میں) سچے ہو" (النمل ۶۰ تا ۶۴)۔

"نہایت مبارک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ دنیا جہاں والوں کے لیے خبردار کرنے والا ہو، وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کر دی۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو اپنے لیے کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جِلا سکتے ہیں نہ مرے ہوئے کو پھر اُٹھا سکتے ہیں" (الفرقان ۱-۳)۔

سورۂ نحل میں آیت ۳ سے ۱۶ تک اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے بہت سے کرشمے بیان کرنے کے بعد فرمایا:
"پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے؟ (آیت ۱۷)

"اے نبیؐ، ان سے پوچھو آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہو اللہ۔ پھر ان سے کہو کیا اس کو چھوڑ کر تم نے دوسروں کو اپنا کارساز ٹھیرا لیا جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟ ان سے کہو کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوا کرتے ہیں؟ کیا روشنی اور تاریکیاں یکساں ہوتی ہیں؟ ان لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک ٹھیرا رکھا ہے کیا اُنھوں نے بھی کچھ اللہ کی طرح پیدا کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے لیے تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہوگیا؟ ان سے کہو اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ یکتا ہے، سب پر غالب" (الرعد-۱۶)۔

"اے نبیؐ، ان سے کہو کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے ان شریکوں کو جنھیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو؟ مجھے بتاؤ اُنھوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں اُن کی کوئی شرکت ہے؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے شرک کے لیے) کوئی صاف سند رکھتے ہوں؟ کچھ نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب کے جھانسے دیے رہے ہیں" (فاطر-۴۰)۔

"اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے

کہ اللہ نے۔ اِن سے کہو، پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ تمہاری دیویاں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک دیں گی؟ (اگر وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ایسا کرسکتی ہیں تو) ان سے کہہ دو کہ میرے لیے بس اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں (الزُّمَر۔ ۳۸)۔

مشرکین کہتے تھے کہ ہمارے معبود اللہ کے ہاں ہمارے لیے ذریعۂ تقرّب اور ہماری سفارش کرنے والے ہیں، اس لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں، ان سے دعائیں مانگتے ہیں، ان کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، تاکہ وہ ہمارے پشتیبان ہوں، ہمیں نفع پہنچائیں اور نقصان سے بچائیں۔ ان کے اس خیال کی بھی مفصل تردید قرآن میں کی گئی ہے:

"یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے نبیؐ، ان سے کہو کیا تم اللہ کو اُس چیز کی خبر دے رہے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں" (یونس۔ ۱۸)۔

"اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا کچھ اپنے دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ اللہ یقیناً اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہو" (الزُّمَر۔ ۳)۔

"اِن لوگوں نے اللہ کے سوا کچھ اور خدا بنا رکھے ہیں تاکہ وہ اِن کے پُشتیبان ہوں۔ کوئی پشتیبان نہ ہوگا۔ وہ سب ان کی عبادت کا انکار کریں گے اور (آخرت میں) اُلٹے اِن کے مخالف بن جائیں گے" (مریم۔ ۸۱۔ ۸۲)۔

"اِن لوگوں نے اللہ کے سوا کچھ دوسرے خدا بنا رکھے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ اِن کی مدد کی جائے گی۔ وہ اِن کی کوئی مدد نہیں کرسکتے بلکہ یہ لوگ اُلٹے اُن کے لیے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں (جن کی بدولت اُن کی خدائی چل رہی ہے)" (یٰسٓ۔ ۷۴، ۷۵)۔

"کون ہے جو اللہ کے ہاں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے" (البقرہ۔ ۵۵)۔

"اے نبیؐ! ان مشرکوں سے کہو کہ پکار دیکھو اُن کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، نہ زمین و آسمان کی خدائی میں ان کی کوئی شرکت ہے، اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اور اللہ کے ہاں شفاعت کوئی فائدہ نہیں دیتی سوائے اُس کے جسے (شفاعت کرنے اور جس کے حق میں شفاعت کرنے کی) اللہ نے اجازت دی ہو" (سبا - ۲۲ - ۲۳)۔

"اور اس شخص سے زیادہ بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارے جو قیامت تک اسے کوئی جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ یہ لوگ اُن سے دعا مانگ رہے ہیں۔ اور جب لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے اس وقت وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر ہوں گے" (الاحقاف - ۵ - ۶)۔

"اللہ ہی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اُس کو چھوڑ کر یہ پکارتے ہیں وہ اِن کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص منہ پھیلا کر پانی سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اِسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف" (الرعد - ۱۴)۔

"جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنالیے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جو اپنا ایک گھر بناتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ کاش یہ لوگ کچھ علم رکھتے" (العنکبوت - ۴۱)۔

"لوگو، ایک مثال دی جاتی ہے ذرا اُسے غور سے سنو۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو اُنہوں نے ایک مکھی بھی پیدا نہیں کی ہے چاہے وہ سب مل کر ایسا کرنا چاہیں۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ اِن لوگوں نے اللہ کی قدر پہچانی ہی نہیں جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قوت والا اور زبردست تو اللہ ہی ہے" (الحج - ۷۳ - ۷۴)۔

"کیا یہ لوگ اُن کو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا

کیسے جاتے ہیں؟ جو نہ اِن کی مدد کرتے ہیں نہ آپ اپنی مدد کرنے پر قادر ہیں" (الاعراف ۔ ۱۹۱ - ۱۹۲)۔
سورۂ نحل میں آیت ۶۵ سے ۷۰ تک انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا:

"تو کیا لوگ (یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کرتے ہیں جن کے اختیار میں نہ آسمانوں سے اِن کو کوئی رزق دینا ہے نہ زمین سے اور نہ وہ یہ کام کر ہی سکتے ہیں" (النحل - ۷۲ - ۷۳)۔

"کیا اللہ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے کچھ ہستیوں کو شفیع بنا رکھا ہے؟ ان سے کہو کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ بھی نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟ کہو شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک وہی ہے، پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو" (الزمر - ۴۳ - ۴۴)۔

"تمہارے گردوپیش بہت سی بستیوں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ ہم نے آیات بھیج کر طرح طرح سے ان کو سمجھایا کہ شاید یہ پلٹ آئیں۔ پھر کیوں نہ اُن ہستیوں نے اُن کی مدد کی جنہیں اللہ کو چھوڑ کر اُنہوں نے تقرّب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتے ہوئے معبود بنا لیا تھا؟ بلکہ (عذاب آنے کے وقت) وہ اُن سے گم ہو گئے اور یہ تھا اُن کے جھوٹ اور اُن بناوٹی عقیدوں کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے" (الاحقاف - ۲۷ - ۲۸)۔

سورۂ فاطر میں آیت ۱۱ سے ۱۳ تک اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"وہی اللہ (جس کے یہ سارے کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ پرِکاہ کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سن نہیں سکتے، اور سن بھی لیں تو تمہیں اُن کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے" (فاطر - ۱۳ - ۱۴)۔

"اللہ ہی حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ رہے وہ جن کو (یہ مشرکین) اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کرتے۔ درحقیقت اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے"۔ (المومن - ۲۰)۔

پھر لوگوں کو بتایا گیا کہ جو کوئی عزت (کسی پشتیبان طاقت کی مدد) چاہتا ہو اسے کوئی سفارشی اور ذریعۂ تقرّب الی اللہ تلاش کرنے اور اس کے آگے دعائیں اور التجائیں اور نذر و نیاز پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ اس کا ذریعہ صرف ایک ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا - اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۔ (فاطر - ۱۰)	جو کوئی عزت چاہتا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔ اس کی طرف جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور نیک عمل اُسے چڑھاتا ہے۔

مشرکین اللہ کے لیے اولاد بھی تجویز کرتے تھے اور ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کی عبادت بجالاتے تھے۔ اس پر قرآن میں بڑی سخت تنقید کر کے اس عقیدے کی لغویت ثابت کی گئی:

"ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنا دیا حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور انہوں نے اُس کے لیے بے جانے بوجھے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں۔ پاک ہے وہ اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کی کوئی شریکِ زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اُسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے" (الانعام - ۱۰۰ - ۱۰۲)۔

"یہ کہتے ہیں کہ رحمان اولاد رکھتا ہے۔ سبحان اللہ، وہ (یعنی فرشتے) تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے۔ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو اُن سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے سوائے اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور کہیں ان میں سے کوئی کہہ بیٹھے کہ اللہ کے سوا میں بھی خدا (یا معبود) ہوں تو اس کو ہم جہنم کی سزا دیں۔ ایسی ہی جزا ہم ظالموں کو دیا کرتے ہیں" (الانبیاء ۲۶ تا ۲۹)۔

"ان لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزء بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے کیا اپنی مخلوقات میں سے اُس نے خود تو بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں سے

نوازا ؟ اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ اس خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اُس کی ولادت کا مژدہ جب خود اِن میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے کیا اللہ کے حصے میں وہ اولاد آئی جو زیوروں میں پالی جاتی ہے اور بحث و حجت میں اپنا مدعا پوری طرح ادا بھی نہیں کر سکتی ؟ اور ملائکہ کو جو رحمان کے بندے ہیں انہوں نے عورتیں قرار دے لیا۔ کیا اُن کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے ؟ اِن کی شہادت لکھ لی جائے گی اور اِن کو اس کی جواب دہی کرنی ہوگی" (الزخرف - ۱۵ - ۱۹) -

"پھر ذرا اِن سے پوچھو کیا (اِن کے دل کو یہ بات لگتی ہے کہ) تمہارے رب کے لیے تو ہوں بیٹیاں اور اِن کے لیے ہوں بیٹے ؟ کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور یہ آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں ؟ خوب سن رکھو، دراصل یہ لوگ اپنی من گھڑت سے یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے اور فی الواقع یہ جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے بیٹیاں اپنے لیے پسند کر لیں ؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟ کیسے حکم لگا رہے ہو؟ کیا تمہیں ہوش نہیں آتا ؟ یا پھر تمہارے پاس اپنی اِن باتوں کے لیے کوئی صاف سند ہے تو لاؤ اپنی وہ کتاب (جس میں یہ لکھا ہو)، اگر تم سچے ہو" (الصّٰفّٰت ۱۴۹ - ۱۵۷) -

"تم نے کبھی اِس لات اور عزّیٰ اور تیسری ایک اور دیوی مَنات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا؟ کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور بیٹیاں اللہ کے لیے ؟ یہ تو بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی۔ دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی (جس میں اس نے خود کہا ہو کہ یہ میری بیٹیاں ہیں)، حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشاتِ نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے" (النجم - ۱۹ تا ۲۳) -

شرک کے ایک ایک پہلو کی تردید کرتے ہوئے مشرکین کو قرآن میں یہ بھی بتایا گیا کہ تمہارے معبودوں کا مصرف اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تم اُن کے آگے نذر و نیاز چڑھاتے اور پرستش کی مراسم بجا لاتے رہو اور ان سے یہ دعائیں مانگتے رہو کہ وہ دنیا میں تمہارے کام بناتے رہیں۔ تمہارا کوئی معبود بھی ایسا نہیں ہے جو تمہیں یہ ہدایت دیتا ہو کہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے صحیح اصول کون سے ہیں اور غلط کون سے، کونسا طریقہ برحق ہے اور

کونسا باطل۔ حالانکہ عبادت کا مستحق اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ جو اپنے بندوں اور پرستاروں کی رہنمائی بھی کرتا ہو:

"اِن سے پوچھو تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟ اِن سے کہو وہ تو صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پھر کیا وہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے پیروی کا زیادہ حق دار ہے یا وہ جو خود راہ نہیں پاتا الّا یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے؟ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے حکم لگاتے ہو؟ درحقیقت اِن میں سے اکثر لوگ گمان وقیاس کے پیچھے چلے جا رہے ہیں، حالانکہ گمان حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا" (یونس - ۳۶)۔

اِس طرح دلائل سے شرک کا پوری طرح قلع قمع کر کے لوگوں کو صاف صاف خبردار کر دیا گیا کہ شرک وہ گناہ ہے جس کی معافی خدا کے ہاں کبھی نہیں ہو سکتی جب تک آدمی اس سے توبہ نہ کرے، اور اس گناہ کے ساتھ آدمی اپنے زعم میں خواہ کتنے ہی نیک اعمال کرتا رہے وہ سب ضائع ہو جائیں گے:

"اللہ اِس بات کو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے۔ اِس کے سوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ گھڑا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی" (النساء - ۴۸)۔

"اے محمدؐ، اِن سے کہو، پھر کیا اے نادانو تم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے مجھ سے کہتے ہو؟ حالانکہ تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی طرف یہ وحی بھیجی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا سارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم نامراد ہو کر رہو گے۔ لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں شامل ہو" (الزُّمَر - ۶۴-۶۶)۔

ایمان کے چند عملی مظاہر

شیخ یوسف القرضاوی

ترجمہ:- عبدالحمید صدیقی

اہل ایمان کا وصف جہاد و نفاق

معاشرتی زندگی میں جو اوصافِ حمیدہ ایک انسان میں ایمان کی بدولت پیدا ہوتے ہیں اُن میں انفاق و ایثار نہایت نمایاں وصف ہے۔ فطری طور پر تو ہر انسان میں انانیت کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور ہر کوئی ذاتی مفاد کا حریص ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جوں جوں آدمی بوڑھا ہوتا ہے اس کی حرص اور خواہشات جوان ہوتی جاتی ہیں خود خالقِ کائنات نے انسان کی اس کمزوری کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۔ اور انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے نیز یہ کہ واحضرت الانفس الشح۔ نفس تنگ دلی و بخل کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے لو کان لابن آدم وادیان من ذھب لابتغی ثالثا۔ اگر آدم کے بیٹے کے پاس سونے سے معمور دو وادیاں موجود ہوں پھر بھی وہ کسی تیسری وادی کی تلاش میں سرگرداں ہوگا۔ ذاتی منفعت کا یہی وہ رجحان ہے جس کے زیر اثر لوگ اپنے حقوق کو تو یاد رکھتے ہیں مگر اپنے فرائض یکسر بھلا دیتے ہیں۔ اور پھر جب بخل و حرص کی یہ ذہنیت معاشرتی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو ایک دنیا کی دنیا نفسی نفسی پکارتی نظر آتی ہے مگر امتی امتی کہنے والا کوئی نہیں ملتا۔

اپنی ذات کو نفع پہنچانے کی غرض و غایت یہ ہوتی ہے کہ دنیا کی زندگی آرام اور سکون کے ساتھ گزرے، دُکھ درد اور تکلیف میں دوسرے مبتلا ہوں تو ہوں مگر مجھے کوئی اذیت نہ پہنچے۔ جب تحفظ ذات کا یہ جذبہ اپنی فطری حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو انسان کے اندر خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں ترقی و عظمت خاک میں مل جاتی ہے اور مدنیت و حضارۃ پر اضمحلال طاری ہو جاتا ہے۔

اس کے برعکس جو معاشرہ مجد و بزرگی کو فروغ دینا چاہتا ہے اور تہذیب و تمدن کی ترقی کا خواہاں ہوتا ہے اسے ایسے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے جو دوسرے کے سکون و آرام کو اپنے سکون پر ترجیح دیں اور اس جدوجہد میں کبھی شکوہ نہ کریں بلکہ انہیں اس بات کی خوشی ہو کہ وہ دوسروں کے کام آ رہے ہیں۔ صحت مند معاشرے تو

ایسے انسانوں کی کوششوں سے معرض وجود میں آتے ہیں جو لینے کے بجائے دینا جانتے ہوں، جو فرض کی ادائیگی کو طلب حق پہ مقدم رکھتے ہوں، جنہیں مفاد ملّت بہ دلیس کے بجائے غربت گوارا ہو، جو ضرورت کے موقع پر اپنا مال و اسباب بطیب خاطر نچھاور کر سکتے ہوں اور جو ملک و ملت کے عمومی مفاد پہ ذاتی مصلحت کو قربان کرنے پہ ہر وقت آمادہ رہتے ہوں۔

ایسے انسان کہاں پائے جاتے ہیں ؟ کس مدرسۂ فکر اور کس تربیتی ادارہ سے ایسے لوگ تیار ہو کر نکلتے ہیں ؟ بخدا وہ اپنی نوعیت کا ایک ہی مدرسہ ہے جسے ہم مدرسۂ ایمان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی مدرسہ کے فارغ اپنی خواہشاتِ نفس اور اپنی احتیاجات کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اپنی بھوک کو مٹانے کے لیے طعام کی معمولی مقدار اور اپنے ستر کو ڈھانکنے کے لیے بقدرِ ضرورت لباس پر قناعت کر لیتے ہیں۔ یہ ایمان ہی کی تربیت ہے جو انہیں مالِ قلیل پہ راضی کر دیتی ہے اور اس مال کے بذل و انفاق کا بھی حوصلہ عطا کرتی ہے۔ وہ بلند اور پاکیزہ مقاصد کے لیے گھر بار چھوڑ دیتے ہیں اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ لیتے ہیں اور مطمئن ضمیر کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ پختہ یقین رکھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد جنت ان کے انتظار میں ہے " ورضوان من اللہ اکبر "۔

مومن اللہ کی راہ میں کسی طرح کی سعی و جہد ـــــ کیا مادی و اخلاقی اور کیا نفسی و بدنی ـــــ سے بھی دریغ نہیں کرتا کیونکہ از قسمِ ایثار اس کا ہر چھوٹا بڑا عمل اللہ کے ہاں اس کے حساب میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ذرہ برابر نیکی بھی ضائع نہیں ہوتی۔ صداقت کی راہ میں اٹھنے والا ہر قدم اور بھلائی کے لیے خرچ کی جانے والی پائی پائی حتیّٰ کہ بھوک، پیاس اور تکان کا ادنیٰ احساس بھی اسے اجرِ عظیم کا سزاوار بنا دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ
أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ
عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ
وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ
الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ
عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝
وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً
وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ

" ایسا کبھی نہ ہوگا کہ اللہ کی راہ میں بھوک پیاس اور جسمانی مشقت کی کوئی تکلیف وہ جھیلیں اور منکرین حق کو جو راہ ناگوار ہے اس پر کوئی قدم وہ اٹھائیں اور کسی دشمن سے عداوتِ حق کا کوئی انتقام وہ لیں اور اس کے بدلے اُن کے حق میں ایک عمل صالح نہ لکھا جائے۔ یقیناً اللہ کے ہاں محسنوں کا حق الخدمت مارا نہیں جاتا اسی طرح یہ بھی کبھی نہ ہوگا کہ راہِ خدا میں تھوڑا یا بہت کوئی خرچ

اللّٰہُ اَحۡسَنَ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ۝

(التوبۃ : ۱۲۰-۱۲۱)

وہ اُٹھائیں اور سعی جہاد میں اکوئی وادی وہ پار کریں اور اُن کے حساب میں اسے نہ لکھا جائے تاکہ اللہ ان کے اس اچھے کارنامے کا صلہ انہیں عطا کرے"۔

اس کے بعد یہ بات قابلِ تعجب نہیں رہتی اگر ہم دیکھیں کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ شباب وعروج میں قربانی وجہاد اور بذل وانفاق کے کیسے کیسے عظیم الشان ریکارڈ قائم کیے ہیں؟

اہل ایمان کے بذل وایثار اور سعی وجہاد کے نمونے

حضرت ابوطلحہؓ انصاری سورہ توبہ کی تلاوت کے دوران جب اس آیت پاک پر پہنچے "اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ" (آیت ۴۱) تو اپنے جی میں کہنے لگے خفافاً وثقالاً یعنی راہِ خدا میں جہاد کے لیے ہر حال میں نکلو۔ جوانی اور بڑھاپے میں بھی۔ فارغ البالی اور تنگ دستی میں بھی۔ اللہ نے تو کسی کا عذر نہیں سنا۔ چنانچہ اپنے بیٹوں سے کہنے لگے۔ میرے لیے سامانِ جہاد تیار کرو۔ انہوں نے کہا: اباجان اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے رہے تاآنکہ آپؐ کا وصال ہوگیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی وفات پاگئے بعد ازاں حضرت عمرؓ کے دوش بدوش آپ ان کے انتقال تک راہِ خدا میں لڑتے رہے تو ساری عمر آپ نے جہاد میں بسر کی ہے اب آپ رہنے دیں ہم آپ کی جگہ پر جہاد کریں گے۔ مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، نہیں۔ میرے لیے سامانِ جہاد تیار کرو۔ چنانچہ انھوں نے سامانِ حرب تیار کر دیا اور جناب ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بحری مہم پر فوج کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ سمندر ہی میں آپ نے بحالت جہاد وفات پائی اور ایک جزیرے میں دفن کیے گئے۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد کے لیے اس حالت میں نکلے کہ اُن کی ایک آنکھ کی بصارت زائل ہو چکی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ چونکہ علیل ہیں اس لیے گھر پر ہی رہیں مگر انھوں نے مندرجہ بالا آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہر حال میں شریک جہاد ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اگر میں حرب وقتال میں کوئی زیادہ کام نہ آسکا تو میری موجودگی سے مسلمانوں کی فوج کی تعداد تو زیادہ نظر آئے گی اور میں ساز وسامان کی حفاظت میں معاونت کرسکوں گا۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک غزوہ میں باپ اور بیٹا دونوں بیک وقت شرکت کے لیے انتہائی آرزومند

نظر آتے تھے مگر صورت یہ تھی کہ ان دونوں میں سے ایک ہی کو شرکت کی اجازت مل سکتی تھی۔ چنانچہ اس امر کے فیصلے کے لیے قرعہ ڈالا گیا اور وہ بیٹے کے نام نکل آیا۔ باپ نے بیٹے سے حسرت بھرے انداز میں فرمایا: بیٹا مجھے اپنے آپ پر فوقیت دو۔ کیونکہ میں تمہارا باپ ہوں۔ بیٹے نے کہا، اے ابا یہ تو جنت کا معاملہ ہے۔ خدا کی قسم اگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا معاملہ ہوتا تو میں یقیناً آپ کو ترجیح دیتا۔

حضرت عمرو بن الجموح انصاری بہت زیادہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ ان کے چار جوان بیٹے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حصہ لیتے تھے۔ غزوۂ احد کے موقع پر انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا اب کے میرے لیے بھی سامان جہاد تیار کرو۔ بیٹوں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے لہٰذا آپ گھر پر ہی تشریف رکھیں۔ جہاد کے لیے ہم آپ کی طرف سے کافی ہیں۔ جب بات بنتی نظر نہ آئی تو حضرت عمروؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بیٹے مجھے جہاد میں حصہ لینے سے منع کرتے ہیں مگر میں بخدا یہ اُمید کرتا ہوں کہ شہید ہو جاؤں گا اور اسی لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا جنت میں پہنچوں گا۔ رسولؐ پاک نے یہ سن کر فرمایا: لیکن آپ پر تو جہاد فرض ہی نہیں۔ پھر آپؐ ان کے بیٹوں سے مخاطب ہوئے: اگر یہ جہاد میں شرکت کریں تو آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں شہادت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ اس کے بعد حضرت عمروؓ بن الجموح نے غزوہ میں شرکت کی اور شہادت پائی۔ انہیں کے بارے میں آپؐ نے انصار سے فرمایا تھا: اے گروہ انصار آپ میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جو اللہ کی قسم کھا کر کسی کام کا عزم کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو پورا کر دیتے ہیں۔ عمروؓ بن الجموح ان میں سے ایک ہیں۔

اور یہ حضرت مصعبؓ بن عمیر ہیں۔ خوشحال ترین والدین کے بیٹے، ناز و نعمت میں پلے ہوئے۔ ماں باپ اُن سے بے حد محبت کرتے تھے۔ انہیں بہترین کھانا کھلاتے، عمدہ لباس پہناتے، مکہ کی جس گلی سے گذر جاتے فضا معطر ہو جاتی۔ یہی وہ ناز پروردہ نوجوان تھے جنہوں نے دارِ ارقم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور مصائب و آلام سے دوچار ہو گئے۔ والدین اور عزیز و اقارب نے انہیں پکڑ کر قید کر دیا۔ مارا پیٹا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ ظالموں کے ظلم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ کا رُخ کیا اور بہت کچھ تنگی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ غزوۂ احد میں شرکت کی اور شہادت کی دولت سے ہمکنار ہوئے۔ بے سرو سامانی اور کسمپرسی کا یہ عالم تھا کہ کفن کے لیے دو گز کپڑا میسر نہیں آ رہا تھا۔ ایک نا تمام سی چادر تھی جس سے سر

امام قرطبی نے یہ سارے واقعات اپنی تفسیر میں خفافاً و ثقالاً کے تحت درج کیے ہیں۔

ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپنے کی کوشش کی جاتی تو سر کھلا رہ جاتا ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کا یہ منظر آیا تو آپؐ بے اختیار رو دیئے ۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ نے فرمایا: اے مصعب میں نے تمہیں مکہ میں دیکھا تھا جب تم سے زیادہ ثمین و رقیق لباس کسی کا نہ ہوتا تھا جب تمہارے سر کے بال عطر میں بسے ہوئے ایک شانِ حسن و جمال لیے ہوئے ہوتے تھے مگر اب تم ایک کھردری چادر کے نیچے پراگندہ بال پڑے ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

(الاحزاب : ۲۳)

ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

غور فرمائیے عیش و عشرت کی وہ زندگی تج کر ان پر صعوبت حالات کو قبول کر لینا کتنا بڑا ایثار تھا۔ کتنی عظیم الشان قربانی تھی۔ اسلام کے اولین داعی اگر ایسی قربانیاں دینے سے گریز کرتے تو حق و صداقت کی آواز چار دانگِ عالم میں کبھی نہ پھیلتی۔ اور اجتماع و معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے اہلِ حق کو ایسی قربانیاں دینے کے قابل کس چیز نے بنایا تھا؟ ایمان اور صرف ایمان نے۔

اس کے بعد بذل و انفاقِ مال کا ایک واقعہ سنیئے۔ حضرت زید بن اسلم روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۔ تو حضرت ابوالدحداحؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگتے ہیں حالانکہ وہ ذات قرض سے بے نیاز ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ ہی قرض مانگتے ہیں تاکہ اس کے بدلے میں وہ تمہیں جنت میں داخل کر دے۔ انہوں نے عرض کی تو میں اپنے پروردگار کو قرض دیتا ہوں کیا وہ مجھے اور میری بچی وحداحہ کو دخولِ جنت کی ضمانت دیتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابوالدحداح نے کہا ..... تو لائیے اپنا دستِ مبارک آگے کیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اسے پکڑ کر کہنے لگے: دو باغ میری ملکیت ہیں ایک مدینہ کے زیریں علاقہ میں اور دوسرا بالائی حصے میں۔ ان دو باغوں کے علاوہ بخدا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں۔ میں یہ دونوں باغ اللہ کو قرض دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ایک راہِ خدا میں دے دو اور

دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی گزراوقات کے لیے رکھ لو۔ اِس پر حضرت ابوالدحداح نے کہا تو پھر یارسول اللہ ان میں سے جو بہتر ہے وہ اللہ کی راہ میں دیتا ہوں آپ گواہ رہیں۔ اس باغ میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں" رسولِ پاک نے فرمایا: اس بذل وانفاق کے بدلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت دے گا۔ ابوالدحداح یہ کہہ کر چل دیے اور باغ میں پہنچے جہاں ام الدحداح اپنے بچوں کے ہمراہ کھجور کے درختوں میں گھوم پھر رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر حضرت ابوالدحداح پکار اُٹھے ؎

اقرضته الله علی اعتمادی بالطوع لا منٍّ ولا ارتداد
الا رجاء الضعف فی المعاد فارتحلی بالنفس والاولاد
والبرّ لاشكَّ فخیرُ زاد قدمه المرءُ الی المعاد

(ترجمہ) میں نے یہ باغ اللہ کو بطور قرض خوش دل سے دے دیا ہے نہ کوئی احسان کیا ہے اور نہ واپس لینے کی خواہش رکھتا ہوں بس نے اس اعتماد اور اس امید کے ساتھ یہ قرض دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں مجھے اس سے کئی گنا زیادہ عطا کریں گے۔ لہٰذا تو بال بچوں کو لے کر اس باغ سے نکل جا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہی نیکی بہترین زادِ راہ ہے جسے آدمی آخرت میں اجر پانے کی غرض سے کرے۔

ام الدحداح یہ سنتے ہی خاوند کی تحسین و تبشیر کرتے ہوئے بچوں کو لے کر باغ سے نکل گئی اور بچوں کے جیب و دامن میں جو کھجوریں تھیں اور جو اُن کے منہ میں تھیں سب نکلوا کر وہیں ڈھیر کر دیں ــــ تاریخِ اسلام اس طرح کے نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ سعی و جہد، قربانی و ایثار اور بذل و انفاق کے عظیم نمونوں سے ــــ جو محض ایمان کی بدولت عالمِ وجود میں آتے ہیں۔

ایمان اور جذبۂ رحمت ایمان کے زیرِ اثر جو اجتماعی اخلاق نشو و نما پاتے ہیں ان میں سے ایک نمایاں اور ممتاز خلق رحمت و کرم کا جذبہ ہے۔ کسی کمزور کو دیکھ کر دل میں رقت کا پیدا ہو جانا، کسی کو غمگین و حزیں پا کر تڑپ اٹھنا، کسی غریب و مسکین سے محبت و شفقت سے پیش آنا اور کسی پریشان حال کی طرف دستِ تعاون بڑھانا اسی جذبۂ ترحم کی بدولت ممکن ہوتا ہے۔ یہی جذبہ انسان کو ایذاء رسانی سے دور رکھتا ہے جرم و گناہ سے نفرت دلاتا ہے اور اسے ایک مصدرِ خیر و صلاح اور مرکزِ امن و سلامتی بنا کر پیش کرتا ہے۔ ایک مومن کے اندر خاص طور پر یہ جذبہ اس لیے ظہور و نفوذ کرتا ہے کہ اللہ پر ایمان لا کر وہ اخلاق اللہ سے متخلق ہونا چاہتا ہے اور رحم، اخلاق اللہ میں

سب سے نمایاں اور غالب خلق ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ۔ اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ کے رحمان و رحیم ہونے کا تذکرہ جگہ جگہ ملتا ہے۔ قرآن کی ایک سو تیرہ سورتوں کا تو آغاز ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ ان سُور میں اللہ کی رحمت کا بیان اس پر مستزاد ہے۔ پھر ہر نمازی فرض رکعتوں میں ہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے مذکورہ اسمائے حسنیٰ کو چونتیس ۳۴ مرتبہ زبان سے ادا کرتا ہے۔ سنن و نوافل کی ادائیگی کی صورت میں یہ تعداد دگنی چوگنی ہو جاتی ہے۔ ان کو بار بار زبان سے ادا کرکے، امام غزالیؒ کی تصریح کے مطابق ــــ مومن کے اندر یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہر محتاج کی رفعِ احتیاج کے لیے مقدور بھر کوشش کرے۔ اپنے محلے یا شہر کے کسی غریب اور مسکین کو دیکھے تو اس کی غربت و مسکنت کو دور کیے بغیر نہ چھوڑے یا خود مال دے کر کرے یا کسی سے مال دلائے یا کسی کے پاس جاکر اس کے لیے سفارش کرے اور اگر کچھ بھی نہ کر سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کرے کہ باری تعالیٰ اپنے اس بندے کے حال پر رحم فرما۔ مقصودِ کلام یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کے اِس کثیر تذکرہ سے اللہ پر ایمان رکھنے والا ہر شخص بہت کچھ اخذ و استفادہ کرتا ہے اور آگے چل کر مخلوقِ خدا اس کے جذباتِ رحم و تلطف سے بیش از بیش فیضیاب ہوتی ہے۔

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ

مومن جو اللہ کی رحمت کا ہمیشہ محتاج اور طلبگار رہتا ہے اور جس کی دنیوی فوز و فلاح اور اخروی نجات و مغفرت کا تمام تر دار و مدار رحمتِ حق پر ہی ہے، اس حقیقت پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سزاوار صرف وہی بندہ ہوتا ہے جو مخلوقِ خدا پر مہربان ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء ۔ بے شک اللہ تعالیٰ رحیم و شفیق بندوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ نیز یہ کہ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء ۔ تم ساکنانِ ارض کے ساتھ رحمت کا برتاؤ کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ ان تعلیمات کے پیشِ نظر مومن کا رحم و شفقت کا برتاؤ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ حیوانات اور نباتات سب اس کے جذبۂ رحم سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی بکری کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹے لیے جا رہا تھا تاکہ ذبح کرے آپ نے فرمایا ویلک قدھا الی الموت قودا جمیلاً ۔ تجھ پر افسوس ہے اسے مذبح کی طرف لے جا رہے ہو تو بھلے طریقے سے لے جاؤ۔

فتحِ مصر کے دوران حضرت عمروؓ بن العاص کے خیمے پر ایک کبوتری نے آشیانہ بنا لیا۔ آنجناب نے جب کوچ کا ارادہ کیا تو اس خیال سے کہ کبوتری کا گھونسلا نہ ٹوٹ جائے خیمہ کو طے کرکے ساتھ لے جانا مناسب نہ

سمجھا اور اپنی جگہ پر ہی قائم رہنے دیا۔ بعد ازاں اسی خیمہ کے ارگرد آبادی شروع ہو گئی اور ایک شہر تعمیر ہو گیا جس کا نام "الفسطاط" تھا۔

خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے بلاضرورت گھوڑوں کو ایڑ لگانے سے حکماً روک دیا تھا۔ نیز آپ نے شاہراہوں کے ناظم کو لکھا" کہ جانوروں کو بھاری بھرکم لگام نہ ڈالی جائے علاوہ ازیں چابک کے نچلے حصہ میں لوہا نہ لگایا جائے"۔ اسی طرح والیٔ مصر کو آپ نے لکھا "مجھے اطلاع ملی ہے کہ باربرداری کے اونٹوں پر ایک ایک ہزار رطل بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ میرا یہ مکتوب موصول ہوتے ہی آئندہ کے لیے کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زائد بار نہ لادا جائے۔

اور یہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ ہیں جیشِ اسامہ کی روانگی کے وقت حضرت اسامہ کو نصیحت کرتے ہیں "دیکھنا کسی عورت کو قتل نہ کرنا کسی بوڑھے اور بچے کو نہ مارنا، کھجور کا درخت ہو یا کوئی اور پھل دار درخت اسے کاٹنے سے احتراز کرنا نیز اگر کچھ لوگ عبادت گاہوں میں مصروفِ عبادت پاؤ تو انہیں بھی کچھ نہ کہنا۔ جب تک وہ تمہارے قتل کے درپے نہ ہوں"

اجتماعی زندگی میں مسلمانوں کی رحمدلی کے یہ نمونے ہیں جن کی تربیت اور نشوونما کا تمام تر سہرا ایمان کے سر ہے۔

اسلامی معاشرہ میں آثارِ رحمت و شفقت | ایمان دلوں میں رحمت و مودت کا جو بیج بوتا ہے اس کے نتیجے میں اہل ایمان ایسے امورِ خیر انجام دیتے ہیں جو ان کی زندگی میں بھی خلقِ خدا کو نفع بخشتے ہیں اور ان کی موت کے بعد بھی فیض رسانی کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ وہ ہسپتال اور شفا خانے تعمیر کرتے ہیں، سکول اور کالج بناتے ہیں، دارالامان اور یتیم خانوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔ غریب، مسکین اور یتیم بچوں کی تعلیم کا بندوبست کرتے ہیں اور ان کی دیگر احتیاجات کو بھی پورا کرتے ہیں۔ مساجد اور سرائیں تعمیر کراتے ہیں اور پل اور تالاب بنواتے ہیں اسی طرح بھوکوں کو کھانا کھلانا، پیاسوں کو پانی مہیا کرنا، ننگوں کو لباس پہنانا، بیماروں کا علاج کرانا، لاوارث میتوں کو سپردِ خاک کرنا اور محروم لوگوں کی مالی اعانت کرنا بھی ان کے دلپسند مشاغل ہوتے ہیں۔ بعض اہلِ ثروت مدارس و مساجد کے نام بڑی بڑی جاگیریں اور جائیدادیں وقف کر دیتے ہیں جو مدتِ مدیدہ تک ان اداروں کے لیے مضبوط سہارا ثابت ہوتی ہیں۔ یہ آثارِ رحمت اسلامی معاشرہ میں قدم قدم پر دکھائی دیتے ہیں۔

مادہ پرستوں کی قساوت قلبی خدا پرستوں کے جذباتِ رحم و تلطف کا حال آپ پڑھ چکے اب ایک نظر مادہ پرستوں کی درندگی و قساوت قلبی کا بھی جائزہ لیتے جائیے۔ معروف صحافی علی امین لکھتا ہے "لینن کی موت کے بعد اشتراکی پارٹی کی گورننگ باڈی نے بالاتفاق سٹالن کو سربراہ منتخب کیا اور سٹالن نے اُس گورننگ باڈی کے تمام ممبران کو قتل کروا دیا اور لینن کے تمام وزراء کو بھی تہمت خیانت سے متہم کرتے ہوئے ہلاک کر دیا۔ مزدور یونین جو اسے میار کباد دینے کے لیے جمع ہوئی تھیں ان کے ۸۰٪ سیکرٹریوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ۱۹۳۶ء کی دستور کمیٹی کے ۲۷ میں سے ۱۵ ممبران کو مروا ڈالا۔ کمیونسٹ پارٹی کے ترپن ۵۳ میں سے تینتالیس ۴۳ سیکرٹریوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ سوویٹ روس کی مجلس دفاع کے اسّی ۸۰ میں سے ستّر ۷۰ ممبران کو ہلاک کر دیا۔ سرخ فوج کے پانچ میں سے تین مارشلوں کو قتل کر دیا۔ ۱۹۳۶ء میں مجلس وزراء کے گیارہ میں سے نو ارکان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور سرخ فوج کے ۶۰٪ کمانڈروں کو اور تیس ۳۰ ہزار سرکاری ملازمین کو ہلاک کر دیا۔"

یہ قتل و غارتگری اشتراکی نظام کا جزو لاینفک ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ روس کے کارفرما خدا اور اس کی تعلیمات کے منکر ہیں وہ تعلیمات جو انسان کو انسانیت کا درس دیتی ہیں اور اسے مکارمِ اخلاق سے آراستہ کرتی ہیں۔ ظلم و سفاکی کی ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبۂ ترحم ملاحظہ فرمائیں۔ سبائیوں نے جس وقت خلیفہ راشد کے مکان کا محاصرہ کیا تو اس وقت آپ کے پاس بعض ایسے جان نثار موجود تھے جو اُن باغیوں کو تہ تیغ کر دینے کا مصمم ارادہ رکھتے تھے مگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہتے ہوئے ان کے ہاتھ روک دیے کہ اگر ایک مرتبہ تلوار نیام سے باہر آگئی تو پھر خون ریزی کا بند کرنا مشکل ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کو خطرے میں گھرا ہوا دیکھ کر تلوار سونت لی اور سبائیوں پر حملہ کرنے کی غرض سے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انصار کی جمعیت کے ساتھ خلیفہ راشد کے حضور میں باغیوں کو تہس نہس کرنے کی پیشکش کی مگر انہوں نے اس مسلح سرکوبی کے عواقب کو سامنے رکھتے ہوئے صاف انکار کر دیا۔

حضرت عامر بن ربیعہ کا ارشاد ہے کہ وہ سبائیوں کی یلغار کے وقت حضرت عثمان کے پاس موجود تھے۔ مگر انہوں نے ہمیں ان الفاظ کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر حملہ کرنے سے منع فرمایا۔

یاد رکھو کہ تم میں سے جو کوئی اس حقیقت کو جانتا ہے کہ اس پر میری اطاعت لازم ہے۔ اسے مسلمانوں کے خلاف اسلحہ اٹھانے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنے اس طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کے لیے کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

کسی مسلمان کا خون صرف تین صورتوں ہی میں مباح ہو سکتا ہے۔ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے کی صورت میں۔ قتلِ ناحق اور شادی شدہ شخص کے زنا کرنے کی صورت میں۔

پھر انہوں نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ بتاؤ کہ میں ان تینوں میں سے کس بنیاد پر تمہیں لوگوں کا خون بہانے کی اجازت دوں۔

ایمان کے محسوس نتائج بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دین و ایمان مجرد عقائد کا نام ہے جو انسان کو زندگی کی حرکت اور حرارت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس کی خواہش و محبتِ دنیا کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے اندر عمل اور جد و جہد کے لیے کوئی رغبت باقی نہیں رہنے دیتے۔ ایمان کے بارے میں یہ مغالطہ جہالت کا پیدا کردہ ہے کیونکہ حقیقتِ ایمان محض ایک ذہنی اور تصدیقِ قلبی کا نام ہی نہیں بلکہ عمل اور جد و جہد سے بھی عبارت ہے۔ عمل، ایمانِ کامل کا جزو لاینفک ہے۔ عمل دنیوی کامیابی اور اخروی سعادت کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝	اور یہ وہ جنت ہے جس کا وارث تمہیں بنایا گیا ہے اس لیے کہ تم عمل کرتے تھے۔
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	کسی جان کو معلوم نہیں، آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والے جو ساز و سامان ان کے لیے پوشیدہ رکھے گئے ہیں یہ بدلہ ہے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے۔

یہ تو تھا اخروی سعادت کا عمل پر موقوف ہونا۔ جہاں تک دنیوی کامیابی کا تعلق ہے وہ بھی عمل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ تعلیماتِ اسلام میں محنت مزدوری اور ہاتھ سے کام کرنے کی جو فضیلت بیان ہوئی ہے وہ کس چیز کی غماز ہے؟ تجارت اور کاروبار کے جو اصول وضع کیے گئے ہیں اور شرکت و مضاربت اور لین دین کی جو صورتیں متعین کی گئی ہیں وہ آخر کن لوگوں کے لیے ہیں؟ کیا ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ رہنے والوں کے لیے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد و قتال یہ سب امور جو ایک مسلمان کی دنیوی کامرانی کے ضامن ہیں کیا عمل کے بغیر انجام پا سکتے ہیں۔ حکومت و سلطنت کے فرائض، امن و امان کا قیام، عمال و ولاۃ کا عزل و نصب،

قضاۃ کا تقرر اور پولیس اور فوج کی تشکیل یہ سارے کام عمل اور مسلسل عمل ہی کا تو تقاضا کرتے ہیں۔ مقصودِ کلام یہ ہے کہ ایمان نہ صرف یہ کہ انسان کو ہر وقت چاق و چوبند اور مستعد رکھتا ہے بلکہ وہ اس کی سعی و عمل کو صحیح سمت میں لگا کر اسے عبادت کا درجہ دیتا ہے جس سے آدمی نہ جی چراتا ہے اور نہ تھکتا ہے اور عبادت کا پاکیزہ محرک اسے ہر آن ایک ولولۂ تازہ سے سرشار رکھتا ہے۔

مومن بخوفِ خدا کے زیرِ اثر کام کو اچھی طرح انجام دیتا ہے

مومن جس کام میں بھی ہاتھ ڈالے اسے بے دلی سے کبھی نہیں کرتا بلکہ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ممکن حد تک مفوضہ ذمہ داری سے بطریقِ احسن عہدہ برآ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام کارندے تو اپنے آپ کو صرف اپنے مالک کے سامنے ہی جواب دہ سمجھتے ہیں مگر مومن اپنے مالک کے ساتھ ساتھ اپنے آقائے حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے روبرو بھی خود کو مواخذہ و محاسبہ کے لیے تیار رکھتا ہے بنا بریں وہ کسی قیمت پر بھی خیانت و بدعہدی کا مرتکب نہیں ہوتا اور نہ ادائے فرض میں دانستہ کوئی کوتاہی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان اللہ یحب اذا عمل احدکم عملا ان یتقنہ" تحقیق اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی شخص کسی کام کو کرے تو اسے خوب اچھی طرح کرے۔

ادائے فرض میں استقامت

لوگ کھیل تماشوں میں اپنے اوقات کا بیشتر حصہ ضائع کر دیتے ہیں۔ حرام اور ناجائز امور میں منہمک رہتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں اور رات گئے تک گپیں ہانکتے رہتے ہیں۔ غرض خواہشاتِ نفس کے ہاتھ میں اپنی زندگی کی باگ ڈور دے دینے سے لوگ ادائے فرض میں کبھی استقامت نہیں دکھاتے۔ اور نہیں دکھا سکتے کیونکہ وہ اپنی جسمانی و عقلی قوتوں کو بے جا استعمال کر کے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنے روزمرہ کے مشاغل حسن و خوبی سے انجام دے سکیں ایک مثال عرض ہے اخبارات میں آچکا ہے کہ امریکہ میں سات کروڑ بیس لاکھ افراد نشہ کرتے ہیں جن میں سے دو کروڑ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہو کر ہر سال حکومت کو کھربوں ڈالر کا نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ نتیجہ صرف شراب کی لت کا ہے۔ ایسے ہی دوسرے بے ہودہ مشاغل میں انہماک بحیثیت مجموعی قومی و معاشرتی سطح پر جس نقصانِ عظیم کا موجب بن سکتا ہے اس کا اندازہ مشکل نہیں۔

اس کے برعکس مومن اپنے اوقات کی قدر و قیمت کا خوب احساس رکھتا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جہاں اس سے اور سوالات کریں گے وہاں ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ تو نے اپنی عمر کن کاموں میں کھپائی اور اپنا عہدِ شباب کیسے گزارا؟ بنا بریں ایماندار اپنے وقت کو ضائع کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس

کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ آج کا کام آج ہی ختم کر لے نیز آج کی کارکردگی گزرنے والے کل سے بہتر ہو۔ علاوہ ازیں وہ صرف ان کاموں میں ہی دلچسپی نہیں لیتا جن کا فائدہ جلد حاصل ہوتا نظر آتا ہو بلکہ وہ ایسے امورِ خیر بھی انجام دیتا ہے جن کی نفع بخشی و فیض رسانی کا سلسلہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ رسول پاکؐ کے مشہور صحابی عمر کے آخری حصے میں اخروٹ کا ایک درخت لگا رہے تھے ایک آدمی نے دیکھا تو کہنے لگا آپ یہ پودا لگا رہے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہیں اور یہ درخت تو اتنے اور اتنے سالوں کے بعد جا کر پھل دیا کرتا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا "میرا کیا نقصان ہے اگر اس کا ثواب مجھے مل جائے اور اس کا پھل میرے علاوہ کسی اور کو حاصل ہو۔

مومن خدا کی زمین کو آباد کرتا ہے

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مومن نیکی کے درویش یا غاروں اور کھوہوں میں بیٹھ رہنے والے لوگ ہوتے ہیں جنہیں معاملاتِ زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا حالانکہ یہ تمام مفروضہ ہے اور بالکل غلط ہے۔ اگرچہ بعض مذاہب میں ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن کو عبادت کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے لیکن اسلام ایسی کسی تخصیص کا قائل نہیں جمعہ کا دن جس کی بلحاظِ عبادت اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ بھی سارے کا سارا عبادت کے لیے وقف نہیں کیا گیا بلکہ نمازِ جمعہ ادا کرنے کے بعد حکم ہے:

فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ. زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں اور نہیں پسند کرتے کہ لوگ گیان دھیان میں کچھ اس طرح مستغرق ہو جائیں کہ انہیں دنیا و مافیہا سے کوئی واسطہ نہ رہے اور ہاتھ توڑ کر بیٹھے رہیں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ کچھ لوگ نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مسجد کے ایک کونے میں سر چھپائے بیٹھے ہیں آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا: نحن المتوکلون علی اللہ: ہم اللہ پر توکل کرنے والے لوگ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے مشہور دُرہ کو حرکت دی اور انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا خبردار اگر تم میں سے کسی نے طلب رزق سے کنارہ کشی اختیار کی اور اللہ سے دعا کرنے لگا کہ یا اللہ مجھے بیٹھے بٹھائے ہی رزق دے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوا کرتی۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم یاد نہیں کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

عبادت کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی سعی و عمل اور جدوجہد سے دستکش ہو جائے اور نہ ایمان بالآخرۃ کا ہی یہ مفہوم ہے کہ دنیا اور اس کے معاملات سے کوئی سروکار نہ رکھا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ

زراعت پیشہ تھے، تاجر تھے، کاریگر اور ہنر مند تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی ہم توکل و قناعت کے اس مفہوم پر عمل پیرا نہیں دیکھتے کہ کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ میاں خود بخود دیں گے۔ انہوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو پلے باندھ رکھا تھا کہ اگر قیامت برپا ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ ہو تو اسے اگر زمین میں گاڑ سکو تو ضرور گاڑ دو" غور فرمائیے رسولِ پاک نے کس کس طرح اپنے صحابہ میں زندگی کی حرارت اور حرکت پیدا کی اور حرکت بھی وہ جس سے بظاہر انتفاع کی کوئی امید نہ ہو۔

توکل کا صحیح مفہوم بعض لوگ توکل کا مطلب ترکِ اسباب لیتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنی سی پوری کوشش کرے اور ممکن حد تک ذرائع و وسائل کو استعمال کرنے کے بعد نتائج کے لیے اللہ تعالیٰ پر انحصار کرے اور یہ نہ سمجھے کہ میری کوشش ہی مطلوبہ نتائج کی ضامن ہے۔ جیسا کہ اعرابی والے واقعہ سے سمجھ میں آتا ہے اس نے مسجد کے دروازہ پر اپنا اونٹ کھلا چھوڑ دیا اور گمان کیا کہ یہ توکل ہے۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِعقلہا وتوکّل اسے رسی سے باندھ پھر اللہ پر توکل کر۔ بعض لوگ اس حدیث سے ترکِ اسباب کا نتیجہ اخذ کرتے ہیں "اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو اللہ تمہیں بھی اُسی طرح رزق دے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے وہ صبحدم خالی پیٹ اپنے آشیانوں سے نکل جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں" لیکن اگر معمولی غور و فکر سے کام لیا جائے تو صورت اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ پرندے آشیانوں سے نکلتے ہیں تو پھر ان کی شکم سیری کا بندوبست ہوتا ہے۔ آشیانوں میں بیٹھے بیٹھے تو ان کے پیٹ نہیں بھر جاتے۔ ترکِ اسباب کا اثبات اِس حدیث سے اُس صورت میں ہو سکتا تھا اگر رسولِ پاک یہ فرماتے کہ پرندے صبح دم خالی پیٹ اپنے آشیانوں میں ہی بیٹھے رہتے ہیں اور سیر ہو جاتے ہیں۔

رسائل و مسائل

(ملک غلام علی)

کیا اللہ و رسولؐ کا کوئی ارشاد بے عملی کا باعث بن سکتا ہے؟

سوال :- میں ایک طالب العلم اور دینی ذوق رکھنے والا مسلمان ہوں۔ مگر کچھ عرصے سے ایک عجیب الجھن پیدا ہوگئی ہے جو حل ہونے نہیں پاتی۔ متعدد اہل علم سے رجوع کیا مگر تسلی نہ ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ قرآن اور کتب حدیث میں اس قسم کی آیات و روایات آئی ہیں، جن سے نماز روزہ اور دیگر اعمال صالحہ کی اہمیت کم ہوجاتی ہے مثلاً صحیح مسلم، ترمذی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم عاشوراء کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کے بارے میں احادیث ہیں کہ ہر روزے کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ کی روایت ہے کہ اس سے دو سال کے گناہ معاف ہیں۔ یوم عرفہ کے روزے کا ثواب بھی اتنا ہی مذکور ہے۔ اگر واقعی یوں ہی ہے تو پھر کیا اس سے گناہوں پر آزادی کا ثبوت نہیں مل رہا؟ اس کے بعد نماز روزہ کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کیا ضرورت رہی؟ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ جس نے لاالٰہ الا اللہ کہہ دیا، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ مشکوٰۃ میں نماز تسبیح کے فضائل بیان ہوئے ہیں کہ اس سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ ابوداؤد اور مسند احمد میں بیان ہے کہ چاشت کی نماز سے ساری زندگی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ مشکوٰۃ میں ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا "میری شفاعت اہل الکبائر کے لیے ہے"۔ اس کے بعد گناہوں سے کون بچے گا اور نیکی کی تکلیف اٹھائے گا؟ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:-

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٰنِ - کیا جو شخص رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے مگر کوئی اچھا عمل نہ کرے اسے دو جنتیں یا دو باغ مل جائیں گے؟ سورۃ حٰم السجدہ میں آیا ہے کہ جو لوگ کہہ دیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر جم جائیں، انہیں فرشتے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اس طرح کی بہت سی آیات و روایات ہیں جو آپ کی نظر میں ہوں گی ان سے جو غلط فہمی اور تہاون پیدا ہوسکتا ہے، اس کا سد باب کیسے ہوسکتا ہے اور جو اعتراضات سوالات سامنے آتے ہیں ان کا کیا جواب دیا جائے گا؟

جواب: آپ کے سوال کا جواب دینے کے لیے خاصی طویل بحث کی ضرورت ہے۔ سردست مختصر جواب دیا جا رہا ہے۔ خدا کرے کہ موجب تشفی ہو۔ آپ نے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہوئے جو نقطۂ نظر اختیار کیا ہے اس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ آپ نے اپنے سامنے صرف ایک پہلو اور ایک رُخ کو رکھا ہے اور صرف ان آیات و احادیث کو مرکز توجہ بنا لیا ہے جن میں بعض اعمالِ حسنہ کے نتائج بیان کیے گئے ہیں اور ان نصوص کتاب و سنّت سے بالکل نظر ہٹا لی ہے جن میں اعمالِ سیئہ کے نتائج بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مومن کا صحیح مقام بین الخوف والرجاء (امید و بیم کے درمیان) ہے۔ جو شخص شارع کے ان دونوں قسم کے ارشادات میں سے صرف ایک ہی پر اپنی نگاہ جمائے گا، وہ لازماً یا تو خوش فہمی یا پھر مایوسی کا شکار ہو جائے گا۔ اسی طرح جو شخص ان دوگونہ نصوص کو آپس میں ٹکرائے اور ان میں تضاد تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اس کے حصے میں بھی گمراہی و حیرانی کے ماسوا کچھ نہیں آئے گا۔

مزید برآں اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کی صحیح تاویل معلوم کرنے اور حقیقت نفس الامری تک پہنچنے کے لیے بعض ایسے کلیات و مسلمات اور اصولِ اولیہ جو قرآن و حدیث ہی میں مذکور ہیں یا ان سے ماخوذ ہیں اور جن پر علمائے سلف کا اتفاق ہے، وہ بھی نظر سے اوجھل نہیں ہونے چاہییں۔ مثلاً فرائض کا اجر و ثواب بہرحال نوافل سے زیادہ ہے۔ فرائض و مکتوبات کی نیابت اور تلافی و تدارک نوافل سے ممکن نہیں ہے اور ترکِ فرائض کی صورت میں تطوعات عند اللہ قبول نہیں ہو سکتے۔ جو شخص فرض نماز کا تارک ہے، اس کے نوافل کس کام کے ہیں؟ جو زکوٰۃ یا عشر ادا نہیں کرتا، اس کے نفلی صدقات و خیرات کیا معنی رکھتے ہیں؟ جو شخص فرض روزے کی طاقت رکھنے کے باوجود اس کا تارک ہے، اس کا عاشورہ، ذوالحجہ یا عرفہ کا روزہ سال بھر کے گناہ تو کیا معاف کرائے گا، خود ہی ہباءً منثوراً بن کر ہوا میں اُڑ جائے گا۔ جس شخص کو صلوٰۃِ مفروضہ کی ادائی نصیب نہیں ہوتی، اس کی صلوٰۃ التسبیح دوسرے کبائر و صغائر تو کیا معاف کرائے گی، اُسے ترکِ نماز کے جرم کبیرہ سے بھی بری الذمہ نہیں کرا سکے گی۔ ترکِ صلوٰۃ اور ترکِ زکوٰۃ پر دنیا و آخرت میں جو شدید وعیدیں مذکور ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض نماز کے تارکین کو گھروں سمیت جلا دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے قرآن و حدیث میں عذاب جہنم کی وعید ہے اور دنیا میں صحابہ کرام نے ان کے خلاف مرتدین کی طرح قتال بالسیف کیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی اس امر میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ نفلی عبادات تارکینِ فرائض کے لیے کفارہ نہیں بن سکتیں اور نوافل و تطوعات کے لیے جو بشارتیں وارد ہیں ان کے مستحق وہی مسلمان ہیں جو اوامر و فرائض کی پابندی حتی الوسع کرتے ہیں۔ ان ارشادات کا یہ مقصود و مدعا ہرگز نہ تھا کہ لوگ ان پر بھروسہ کر کے فرائض سے تغافل و تساہل برتیں اور منکرات و نواہی کے ارتکاب پر جری ہو جائیں۔

صحابہ کرام جو ان فرمودات کے اولین مخاطب تھے ان میں ہمیں کوئی مثال ایسی نہیں ملتی کہ انہوں نے ایسی بشارتیں سن کر ان پر غلط تکیہ کیا ہو جس سے اوامر و نواہی کی پابندی میں ڈھیل پیدا ہوئی ہو۔

اعمال کی جزا و سزا کے معاملے میں ایک اصول کتاب و سنت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ تمام اچھے اور برے اعمال کا بحیثیت مجموعی موازنہ و محاسبہ اللہ کے ہاں ہوگا۔ جس کا اچھے اور وزنی اعمال کے لحاظ سے پلڑا بھاری ہوگیا وہ جنت کا مستحق ہوگا، اور جس مسلمان کے اچھے اعمال وزن میں ہلکے ثابت ہوئے وہ دوزخ کا مستحق ہوگا۔ اس کے بعد اللہ چاہے تو ایسے مومن کو معاف کر دے اور چاہے تو معاف کرنے سے پہلے اسے سزا بھگتنے کے لیے دوزخ میں بھیج دے۔ پھر وہاں اعمال کی ظاہری شکل و صورت کو نہیں بلکہ باطنی جذبے اور نیت کو دیکھا جائے گا۔ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ بعض عبادت گذاروں اور روزے داروں کو سوائے رتجگے اور بھوک پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔ یہاں فرض یا نفل نماز اور روزے کی تخصیص بھی مذکور نہیں جس سے معلوم ہوا کہ بعض موانع ایسے ہیں جن کی موجودگی میں فرض نماز روزہ بھی رد ہوسکتا ہے تا بنوافل چہ رسد۔ کوئی شخص عبادات و صدقات نافلہ اگر اس غرض کے لیے انجام دے کہ اسے فرائض میں چھوٹ اور کبائر کی آزادی مل جائے تو ایسے اعمال نہ صرف مردود ہوں گے بلکہ ایسے زعم باطل پر عنداللہ مواخذہ ہوگا۔

اس کے علاوہ کتاب و سنت میں بہت سے ایسے ہلاکت خیز اعمال گنوائے گئے ہیں جو بہت سارے دوسرے اعمال کو بھی ضائع اور حبط کر دیتے ہیں۔ ریاکاری کو شرک اصغر کہا گیا ہے، جس سے مالی انفاق، قتال اور دوسرے اچھے اعمال بے کار ہو جاتے ہیں۔ خیانت و غلول سے جہاد اور شہادت کا اجر مارا جاتا ہے اور ان کا مرتکب الٹا دوزخ میں جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص بہت سے اچھے اعمال کے ساتھ پیش ہوگا مگر اس کے ساتھ اس نے حقوق العباد کو تلف کیا ہوگا، کسی کا مال چھینا ہوگا، کسی کو گالی دی ہوگی یا دوسری طرح خلقِ خدا کو نشانۂ ستم بنایا ہوگا تو اس شخص کی ساری نیکیاں ان مظلوموں میں بانٹ دی جائیں گی اور مظلوموں کی برائیاں اس ظالم کے سر پر لاد کر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ ایسی بیشمار وعیدات کیوں آپ کی نظر سے اوجھل ہوگئی ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر فرمایا ہے کہ میری شفاعت اہل کبائر کے لیے ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ ہر مرتکب کبیرہ مستحق شفاعت ہوگا اور بلا مواخذہ بخشا جائے گا؟ اللہ کے ہاں جس کے لیے اذن ہوگا، اسی کے حق میں شفاعت ہوگی۔ بہت سے اہل ایمان کا بھی ایک مرتبہ دوزخ میں داخل کیا جانا احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ ان لوگوں کے لیے یا تو شفاعت نہ ہوگی یا پھر سزا پانے کے بعد ہوگی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینے والا میری شفاعت سے محروم ہوگا۔ بعض مجرمین کے متعلق فرمایا کہ میں ان کے خلاف مدعی بن کر مخاصمت کروں گا۔ غور و عبرت کا مقام ہے کہ خود آنحضور، شافعِ محشر جس کے خلاف صاحبِ دعویٰ ہوں گے اس کا

شفیع کون ہو سکتا ہے اور وہ مواخذہ سے کیسے بچ سکتا ہے؟

میں آخر میں ایک عام فہم تمثیل پر جواب کو ختم کرتا ہوں۔ فرض کیجیئے کہ ایک طبیب حاذق اپنے ایک نسخے میں قوت و توانائی کے لیے بعض مفید اور مجرب ادویہ و اجزاء کے نام لکھ دیتا ہے۔ پھر اپنی ایک مجلس میں بعض غذاؤں کے نفع بخش اثرات اور حفظان صحت کے بعض اصول بیان کرتا ہے اور کسی دوسری مجلس میں بعض زہریلی اشیاء اور سمیات کا بھی ذکر کر دیتا ہے کہ ان کے کھانے سے انسان بیماری یا موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اب یہ ساری باتیں اپنی اپنی جگہ پر درست اور برمحل ہیں۔ لیکن کوئی نادان اگر کرتا یہ ہے کہ مقویات کے ساتھ ساتھ سمیات کو بھی نوش جان کر لیتا ہے اور اس کے بعد تنومند ہونے کے بجائے مرض الموت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ طبیب حاذق نہ تھا یا اس کی کچھ باتیں صحیح اور کچھ غلط تھیں؟ اس سلسلے میں بہتر ہوگا کہ آپ مولانا مودودی کی کتاب تفہیمات حصہ اول کا وہ مضمون بھی پڑھ لیں جس کا عنوان ہے: "کیا نجات کے لیے کلمہ طیبہ کافی ہے؟"

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات اپنی جگہ پر اٹل اور برحق ہے مگر مشکل یہ ہے کہ آج مسلمان صرف آسانیوں اور رخصتوں کے طالب اور سستی نجات کے خواہاں بن کر رہ گئے ہیں۔ جس طرح اہل کتاب کہتے ہیں کہ:۔ سَيُغْفَرُ لَنَا (توقع ہے کہ ہم بخشے جائیں گے)، اسی طرح مسلمان بھی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہر بے عملی بلکہ بدعملی کے باوجود وہ بلا مواخذہ سیدھے جنت میں جا داخل ہوں گے، ترکِ اوامر اور ارتکابِ معاصی پر ان سے پرسش کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر یہ ایک مہلک غلط فہمی بلکہ گمراہی ہے جو ان کی اپنی کج روی اور کج فہمی کی پیداوار ہے۔ اللہ اور اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ جو شخص دنیا میں دعوائے ایمان کرتا ہے، ہم تو بلا شبہ اسے مسلمان کہیں گے کیونکہ یہاں ظاہر احوال ہی پر سارے احکام مرتب ہوتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ جس کا علم ظاہر و باطن دونوں پر حاوی ہے اس کے ہاں ہر زبانی دعوائے تسلیم کیے جانے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں کیوں فرماتا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ (اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور یوم آخرت پر حالانکہ وہ مومن نہیں)۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہر مسلمان کو کتاب و سنت کے ہر قول کے استماع اور بطریق احسن اتباع کی توفیق بخشے، آمین۔

مطبوعات

علامات قیامت اور نزول مسیحؑ	انتخاب حدیث :۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ تالیف :۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

ترتیب اور ترجمہ وتشریح :۔ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب

شائع کردہ :۔ مکتبہ دارالعلوم۔ کراچی نمبر ۱۴

زیر تبصرہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ان عنوانات سے عبارت ہے : مسیح موعود کی پہچان، علامات مسیح کا اجمالی نقشہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات سے بصورتِ جدول ان کا مقابلہ۔ دوسرے حصے میں نزول مسیح کی احادیث متواترہ درج ہیں۔ تیسرے حصے میں علامات قیامت پر بڑی علمی اور تحقیقی انداز میں بحث کی گئی ہے اور اس ضمن میں امام مہدی، خروج دجال سے پہلے کے واقعات، خروج دجال، فتنہ دجال، نزول عیسیٰ علیہ السلام، مقام نزول، وقت نزول اور اسی نوعیت کے دوسرے متعدد مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب بڑی وقیع اور قابل قدر ہے اور اسے پڑھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جس مسیح موعود کا ذکر قرآن و احادیث میں آتا ہے وہ کسی صورت میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی جو علامات بیان فرمائی ہیں اور اُن کے نزول سے پیشتر اور بعد کے جن واقعات کا ذکر فرمایا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے سلسلے میں بالکل ناپید ہیں۔

کتاب کے مرتب اور مترجم دونوں پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس پر فتن دور میں ایک فتنے کے سدباب کے لیے بڑی ٹھوس کاوش کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کی ہم پرزور سفارش کرتے ہیں۔

ایک گذارش البتہ ہم کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے دجال کے حلیے کے بارے میں بعض الجھنوں کو صاف کیا ہے اور نار الحجاز اور یمن کی آگ کی صراحت کی ہے وہاں انہیں دجال کے بارے میں مختلف احادیث پر سیر حاصل بحث کر کے اس تعارض کو بھی دور کرنا چاہیئے تھا جو خروج دجال

کے بارے میں بظاہر نظر آتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مرتب نے شاید طوالت کے خوف سے ان احادیث کو نظر انداز کر دیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ فاضل مرتب ہماری اس گذارش پر توجہ فرمائیں گے۔ یہ کتاب اس موضوع پر سند کا درجہ رکھتی ہے۔ طباعت و کتابت کا معیار عمدہ ہے۔

صفحات ۱۷۳۔ قیمت مجلد چھ روپے

نقوش اقبال تالیف:۔ مولانا سید ابو الحسن ندوی صاحب

ترجمہ:۔ مولانا شمس تبریز خاں

شائع کردہ:۔ مجلس نشریات اسلام کراچی: قیمت ۱۹ روپے صفحات ۲۹۲

علامہ اقبال مرحوم و مغفور پر یوں تو بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن اس میں بہت کم حصہ ایسا ہے جسے "روح اقبال" کی طرح کوئی معیاری تصنیف کہا جا سکے۔ زیر تبصرہ کتاب "نقوش اقبال" بلاشبہ اقبالیات میں نہایت قابل قدر اضافہ ہے۔ روح اقبال کے فاضل مصنف جناب یوسف حسین خاں نے اقبال کے فکر و فن پر بڑے علمی انداز میں بحث کی ہے اور آج تک اس موضوع پر اس معیار کی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی جا سکی مگر اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اقبال مسلم مفکر اور ایک نہایت اچھے شاعر کی حیثیت سے تو سامنے آتے ہیں، مگر روح کو گرمانے اور سوز دروں پیدا کرنے والے اقبال نظر نہیں آتے۔ اسے خوش قسمتی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ کمی دنیائے اسلام کے اس نامور فرزند نے پوری کی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ سوز و ساز رومی سے بھی پوری طرح لذت آشنا کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس فاضلانہ تصنیف میں اقبال کے افکار و نظریات کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے نہایت دلکش روحانی نقوش کو بھی بڑی دیدہ وری کے ساتھ ابھارا ہے۔ یہ کتاب فاضل مصنف کی عربی کتاب روائع اقبال کا شگفتہ اردو ترجمہ ہے جس میں اقبال کی روح اس طرح گھل مل گئی ہے جیسے پھول میں خوشبو۔

کتابت اور طباعت کا معیار نہایت اونچا ہے۔

پاکستان، بنگلہ دیش اور جنوبی ایشیا کی سیاست

تالیف:۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب
شائع کردہ: نورسی پبلیکیشنز، مین روڈ لیاقت آباد، کراچی نمبر ۱۹
صفحات ۱۷۲ قیمت چھ روپے

سقوط ڈھاکہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا بلکہ یہ ان ناپاک عزائم کی تکمیل کا ایک مرحلہ ہے جو اسلام دشمن طاقتیں نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیائے اسلام کے خلاف رکھتی ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمارے سربراہوں نے اس حادثہ کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے ایک معمولی سانحہ سمجھتے ہوئے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اُن ناپاک عزائم کی نقاب کشائی کی ہے جو غیر مسلم قومیں اسلام اور پاکستان کے خلاف اپنے سینوں میں پال رہی ہیں۔ فاضل مصنف اس وقت چونکہ انگلستان میں تحقیق و مطالعہ کے کام میں مصروف ہیں اس لیے انہیں وہاں بہت سا ایسا مواد فراہم ہو گیا ہے جو پاکستان میں رہنے والوں کی دسترس سے باہر ہے۔ انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے اور دستاویزی شہادتوں کے ساتھ جنوبی ایشیا کی سیاست میں کام کرنے والے عوامل کی نشاندہی کی ہے جن کا ایک نتیجہ سقوطِ ڈھاکہ ہے۔ پاکستان بلکہ پوری دنیائے اسلام کو آنے والے خطرات سے پروفیسر صاحب نے بروقت متنبہ کیا ہے۔ خدا کرے کہ ان کا یہ انتباہ حالات کو سمجھنے اور صحیح اقدام کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو۔

THE MIDDLE EAST TO-DAY
مشرق اوسط عہد حاضر میں

تالیف:۔ پروفیسر محمود بریلوی۔
صفحات:۔ ۱۱۴ قیمت:۔ ۱۵ روپے

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف پروفیسر محمود بریلوی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ دنیائے اسلام خصوصًا مشرق اوسط کے سیاسی اور اقتصادی مسائل پر وہ گہری نظر رکھتے ہیں اور ان مسائل کے تجزیہ پر وہ پہلے بہت قابلِ قدر مواد پیش کر چکے ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے یہ تصنیف ۲۲ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں سے تین ابواب میں تو فکری اور نظریاتی مباحث شامل ہیں باقی ابواب میں مشرق اوسط کے متعدد ممالک کے بارے میں نہایت ٹھوس معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ فاضل مصنف نے مشرق اوسط پر نیشلزم کے اثرات اور اشتراکی ریشہ دوانیوں کا سلجھے ہوئے انداز میں جائزہ لیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری بربادی میں بیرونی سازشوں کا بھی عمل دخل ہے لیکن اس تلخ حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں یہ بُرے دن اپنے اِن مہربانوں کی بدولت دیکھنے پڑے ہیں جو اپنی قوم کو بیوقوف بنانا ہی اپنی عظیم کامیابی خیال کرتے ہیں۔ نصب العین کے معاملے میں اس منافقانہ رویہ سے ساتھ ساتھ عملی سیاست کے ہر مرحلے پر بھی قوم کو دھوکا دینا بڑا قابلِ فخر کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی مشرقی پاکستان میں واپسی جیسے اہم قومی مسئلے کو، جو ہمارے مستقبل کے لیے بہت بڑی اہمیت کا حامل تھا، جس طرح کھیل تماشے کی فضا میں بڑی غیر سنجیدگی سے آناً فاناً حل کر دیا گیا اُسے دیکھتے ہوئے کیا کوئی شخص باور کر سکتا ہے کہ اِس انداز سے فیصلہ کرنے والا مقتدر، قومی مفادات اور عوامی احساسات کو پرِکاہ کے برابر بھی اہمیت دینے کے لیے تیار رہے۔ پھر شملہ معاہدہ میں قوم کو اصلی حقائق سے جس طرح بے خبر رکھنے کی کوشش کی گئی اور اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جس ڈرامائی انداز سے بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا۔ یہ سب باتیں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ قوم کا رہنما اسے کسی ایسی منزل کی طرف لے جانے کے لیے بیتاب ہے جسے قوم موجودہ حالات میں کسی طرح بھی اپنی منزلِ مقصود قرار دینے پر آمادہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اُسے مختلف حیلوں اور بہانوں سے کام لے کر اس منزل کی طرف آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ اگر رہنما کی منزل بھی وہی ہو جسے قوم اپنی منزل قرار دے چکی ہے اور جس کی طرف بڑھنے کی وہ دلی تڑپ بھی رکھتی ہے تو پھر قوم کی نبضوں پر ہاتھ رکھنے والے، اس کے دل کی دھڑکنوں کو محسوس کرنے والے اور اس کی آرزوؤں اور امنگوں کو پروان چڑھانے والے قائد کو کسی گام پر بھی چالاکی و عیاری سے کام نکالنے کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ حیلہ سازی کی ضرورت تو اسی وقت محسوس ہوتی ہے جب رہنما قوم کو ایک ایسی راہ پر گامزن کرنے کا ارادہ رکھتا ہو جس کے بارے میں قوم کو اس امر کا یقین ہو کہ یہ راہ اُسے لازماً تباہی اور بربادی کے مہیب غاروں کی طرف لے جائے گی۔ اجتماعی زندگی میں بلاشبہ بعض مراحل ایسے پیش آجاتے ہیں جن میں بعض حقائق کو چھپانا ہی پڑتا ہے کیونکہ اُن کے افشاء سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے لیکن جو لوگ خلوص کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں وہ اپنی اُس ہنرمندی پر فخر نہیں کرتے اور نہ مجبوری کے عالم میں کیے ہوئے اپنے کسی ذلت آمیز اقدام کو فتح و کامرانی سے تعبیر کرتے ہیں اور نہ قوم سے اس بات کے طالب ہوتے ہیں کہ اُن کے اس اقدام پر تعریف و توصیف کے ڈونگرے برسائے جائیں

شکست خواہ کسی حال میں ہو، بہر حال شکست ہی ہے اور اسے شکست سمجھ کر ہی قوم کے سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ اُس کے اندر شکست کو فتح سے بدلنے کا داعیہ پیدا ہو مگر شکست پر فتح کے شادیانے بجانا اور قومی سطح پر جشن منانا قوم کے ساتھ فریب اور شرمناک مذاق نہیں تو اور کیا ہے ؟ ایک دردمند معالج کسی مُہلک مرض میں گرفتار مریض اور اس کے اقارب سے اگر مرض کی اصل کیفیت چھپاتا اور انہیں مایوس ہونے سے بچاتا ہے تو اُس پر موت طاری ہو جانے کے بعد اس کے گرد خوشی سے رقص کرنا تو شروع نہیں کر دیتا۔

افسوس ہے کہ بعض ناشرین میری اجازت اور علم و اطلاع کے بغیر میرے نام سے مختلف چیزیں چھاپ رہے ہیں، جن میں سے بعض سرے سے میری لکھی ہوئی بھی نہیں ہوتیں۔ ابھی حال ہی میں لاہور کے ایک مکتبہ نے ایک کتابچہ "حضرت بایزید بسطامیؒ کی علمی کرامت" میرے نام سے شائع کیا ہے اور اس پر ماہنامہ پیغامِ حق لاہور جلد ۲ اعداد ۴-۵-۶ بابت ماہ اپریل، مئی، جون ۱۹۴۶ء کا حوالہ درج کر دیا ہے۔ لیکن نہ یہ مضمون میرا ہے، نہ کبھی میرے علم میں یہ بات آئی کہ ۱۹۴۶ء میں مذکورہ بالا ماہنامے نے میرے نام سے شائع کیا تھا، اور نہ اُسے کتابچہ کی صورت میں شائع کرنے سے پہلے مجھ سے کوئی اجازت لی گئی۔ یہ طریقہ سخت قابلِ اعتراض ہے۔

تمام ناشرین سے گذارش ہے کہ وہ میرے نام سے کوئی کتاب یا کتابچہ میرے علم میں لائے بغیر اور مجھ سے تحریری اجازت لیے بغیر شائع نہ کریں۔

——— ابوالاعلیٰ مودودی